نمبر ۴۴-۴۵ — ۳۰ نومبر و ۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء — جلد ۷

تذکرۃ الشہادتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اس زمانہ میں اگرچہ آسمان کے نیچے طرح طرح کے ظلم ہو رہے ہیں۔ مگر جس ظلم کو ابھی میں ذیل میں بیان کروں گا۔ وہ ایک ایسا دردناک حادثہ ہے کہ دل کو ہلا دیتا ہے اور بدن پر لرزہ ڈالتا ہے +

اس امر کو باترتیب بیان کرنے کے لیے پہلے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھکر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پاکے مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لیے مامور فرمایا۔ اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کرکے چودھویں صدی کے سر پر پہونچ گئے تھے۔ تب میں نے اُس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات اور تقریروں کے یہ ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لیے آنے والا تھا وہ **میں ہی ہوں** تا وہ ایمان جو زمین پر سے اُٹھ گیا ہے اُسکو دوبارہ قائم کروں اور خدا سے قوت پاکر اُسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو صلاح اور تقویٰ اور راستبازی کیطرف کھینچوں اور ان کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دور کروں اور پھر جب اسپر چند سال گذرے تو بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس اُمت کے لیے ابتداء سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اُس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ **میں ہی ہوں**۔ اور مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات رحمانیہ اس صفائی اور تواتر سے اس بارے میں ہوئے کہ شک و شبہ کی جگہ نہ رہی ہر ایک **وحی** جو ہوتی تھی ایک فولادی میخ کی طرح دل میں دھنستی تھی اور یہ تمام مکالمات الٰہیہ ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے تھے کہ روز روشن کی طرح وہ پوری ہوتی تھیں۔ اور ان کے تواتر اور کثرت اور اعجازی طاقتوں کے کرشمہ نے مجھے اس بات کے اقرار کیلیے مجبور کیا کہ یہ اُسی وحدہ لاشریک خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن شریف ہے۔ اور میں اسجگہ توریت اور انجیل کا نام نہیں لیتا کیونکہ توریت اور انجیل تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں سے اسقدر محرف مبدل ہو گئی ہیں کہ اب ان کتابوں کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ غرض وہ خدا کی وحی جو میرے پر نازل ہوئی ایسی **یقینی اور قطعی** ہے کہ جس کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو پایا۔ اور وہ وحی نہ صرف آسمانی نشانوں کے ذریعہ مرتبہ حق الیقین تک پہونچی بلکہ ہر ایک حصہ اُس کا جب خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر پیش کیا گیا تو اُس کے مطابق ثابت ہوا اور اُس کی تصدیق کے لیے بارش کی طرح نشان آسمانی برسے۔ انہیں دنوں میں رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کا گرہن بھی ہوا جیسا کہ لکھا تھا کہ اس مہدی کے وقت میں ماہ رمضان میں سورج اور چاند کا گرہن ہوگا۔ اور انہیں ایام میں طاعون بھی کثرت سے پنجاب میں ہوئی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں یہ خبر موجود ہے اور پہلے **نبیوں** نے بھی یہ خبر دی ہے کہ اُن دنوں میں بہت مری پڑیگی اور ایسا ہوگا کہ کوئی گاؤں اور شہر اُس مری سے باہر نہیں رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے اور جبکہ اُسوقت کہ اس ملک میں طاعون کا نام ونشان نہ تھا قریباً بائیس برس طاعون کے پھوٹنے

کہ اس قسم کا کوئی مقدمہ تاریخ سے ثابت نہیں تو ساتھ ہی
اس بات کا ماننا پڑا کہ سید عبدالقادر جیلانی ولی اللہ کی نسبت
جس قدر احیاء موتیٰ کے متعلق قصے اور افسانے مشہور کئے
جاتے ہیں یہ سب افترا اور بیہودہ گو لوگوں کی بناوٹیں ہیں۔ جو
جاہل لوگوں کے خوش کرنے اور ان کی جیبیں خالی کرنے کے لئے افترا
کئے گئے ہیں ورنہ سید عبدالقادر جیلانی ولی اللہ جیسے بزرگ
اور عالم کب ایسے مزخرف مسئلہ سے کلام حق کو اختیار کرتے یہاں
ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی مردہ زندہ نہیں ہو سکتا
تو پھر ان قرآنی آیات مندرجہ ذیل سے جو تعداد میں پانچ ہیں کیا
مراد ہے۔ (۱) واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحیی
الموتیٰ۔ قال اولم تؤمن۔ قال بلیٰ ولکن لیطمئن
قلبی قال فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک ثم
اجعل علیٰ کل جبل منھن جزءا ثم ادعھن یاتینک
(۲) واذ قلتم یا موسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ
فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون ثم بعثنٰکم
من بعد موتکم لعلکم تشکرون سپارہ اول سورۃ البقرۃ
رکوع ۶۔ (۳) اوکالذی مر علیٰ قریۃ وھی خاویۃ
علیٰ عروشھا قال انیٰ یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا
فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال
لبثت یوما او بعض یوم
قال بل لبثت مائۃ عام فانظر الیٰ طعامک و
شرابک لم یتسنہ وانظر الیٰ حمارک ولنجعلک
اٰیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا
ثم نکسوھا لحما۔ فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ
علیٰ کل شیءٍ قدیر پارہ سوم سورۃ البقرۃ رکوع ۳۵
(۴) الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف
حذر الموت۔ فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم ان اللہ
لذو فضل علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون
پارہ دوم سورۃ البقرۃ رکوع ۳۲۔ (۵) واذ قتلتم
نفسا فادٰرءتم فیھا واللہ مخرج ما کنتم تکتمون۔
فقلنا اضربوہ ببعضھا کذٰلک یحیی اللہ الموتیٰ ویریکم
اٰیاتہ لعلکم تعقلون۔ قرآن شریف میں یہ پانچ آیات
ہیں جن سے لوگ استدلال پکڑتے ہیں کہ مردے زندہ ہو جایا
کرتے ہیں مگر ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ یہ خیال لوگوں کا بوجوہات ذیل
غلط ہے۔ (اوّل) ہم قرآن کریم کے دیگر مقامات سے ثابت
کرتے ہیں کہ مردے زندہ ہو کر نہیں آیا کرتے چنانچہ آیت
حرام علیٰ قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون سے صاف
طور پر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ موتیٰ کو زندہ نہیں کیا کرتا
اور اس کی تائید میں کثیر التعداد احادیث بھی بیان کی گئی ہیں
(دوم) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے اس امر کا وعدہ کر کے کہ
تم کو تمہاری خواہش کے مطابق دیا جائیگا مگر جب ہو گئے
دنیا پر واپس [illegible] ولقد سبق منی انھم لا یرجعون کا
جواب ہوگا کہ یہ بات معاہدہ کے خلاف ہے۔ یہ منظور نہیں
ہو سکتا۔ جب قرآن کریم اس عہد سے [illegible] دوبارہ
دنیا میں آنا انکار ثابت ہوتا ہے تو پھر کیونکر ان آیات میں
موت کے وہ معنے لئے جا سکتے ہیں جو ہم [illegible] نہیں لیتے ہیں۔

دوئم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد
یعنی اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ یہاں مؤکد
طور سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں نے مردوں کو دنیا میں
دوبارہ زندہ کرنے کو حرام کر دیا ہے۔ جب قطعی طور سے
وعدہ کر چکا ہے تو پھر کیونکر اپنے وعدہ کے خلاف ورزی
پسند کرتا ہے۔ سوئم اگر ہم یہی لیں کہ عام طور سے مردہ
زندہ کرنے کی عادت الٰہیہ نہیں مگر خاص خاص موقع پر
معجزہ یا کرامت نبی کے طور اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ
کر دیا کرتا ہے۔ تو پھر اس کا یہ قانون بموجب آیت
ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا
کثیرا یعنی اگر قرآن شریف خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور
کا کلام ہوتا تو اس میں بڑا اختلاف پایا جاتا۔ ٹوٹ جاتا
اور سخت اختلاف پیدا ہوتا ہے ایک جگہ تو یہ کہے کہ میں ہرگز
مرے ہوؤں کو زندہ نہیں کرونگا اور دوسری جگہ کہے کہ
فلاں فلاں موقع مردے زندہ ہوئے ایسی حالت میں
اللہ تعالیٰ کے پاک کلام پر کیا اعتبار رہ سکتا ہے بلکہ
انسانی کلام سے بھی ادنیٰ درجہ گر جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ
قدوس اور پاک ہے ان سب نقصانات سے اس کی
باتیں سب پختہ اور پر حکمت ہیں اور ان میں ہرگز اختلاف
نہیں۔ یہ انسان ضعیف البیان کی اپنی سمجھ کا گناہ ہے
کہ وہ اپنی بے سمجھی سے ایسا خیال کر لیتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ
کے محکم نظام میں کوئی بھی بات ایسی نہیں جو حرف گیری
کے لائق ہو۔ لہذا اس اختلاف کے دور کرنے کیلئے قرآن شریف
اور احادیث رسول کریم پر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے
کہ لفظ موت کے معنے صرف وفات حقیقی کے نہیں بلکہ اور
معانی بھی ہیں چنانچہ ذیل میں ہم ان کی فہرست دکھاتے
ہیں (۱) موت بمعنے نوم جیسے الحمد للہ الذی احیانا بعد
ما اماتنا والیہ النشور یعنی خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں
بعد سلانے کے زندہ کیا۔ (۲) موت بمعنے سکون جیسے
اہل عرب بولتے ہیں ماتت الریح یعنی ہوا ٹھہر
گئی۔ (۳) موت بمعنے فقدان قوت نامیہ جیسا کہ قرآن
کریم میں آیا ہے یحیی الارض بعد موتھا۔ (۴)
موت بمعنے زوال قوت حسیہ جیسے یا لیتنی مت قبل
ھذا یعنی کاش اس سے پہلے میں بے حس ہو جاتا۔
(۵) موت بمعنے زوال قوت عقلیہ۔ اور وہ جہل ہے
جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے سورۃ انعام میں اومن کان
میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس
کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منھا۔
یعنی ایک شخص جو مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ کیا یعنی اس کو
ایک نور علم و نور عقل عطا کیا جس سے وہ لوگوں کے درمیان
چلتا پھرتا ہے کیا وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں
ہے وہ ان سے نکلنے والا نہیں۔ (۶) موت بمعنے
حزن و خوف جیسے یاتیہ الموت من کل مکان
یعنی ہر مکان سے اس کو غم آتا ہے اور حزن طاری ہوتا
ہے۔ (۷) احوال شاقہ پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے
جیسے اول من مات ابلیس لانہ اول من عصیٰ

(۸) فقر پر بھی موت کا اطلاق آتا ہے جیسے قال اما تعلم من
افتقر فقد مات کیا تو نہیں جانتا جس کو میں نے
فقیر کر دیا اس کو میں نے مار دیا۔ (۹) ذلت پر بھی۔
(۱۰) سوال پر بھی (۱۱) بڑھاپے پر بھی اطلاق آتا ہے۔
(۱۲) معصیت کے واسطے بھی موت کا لفظ آتا ہے۔
(۱۳) جنون اور سرسام پر اس کا اطلاق آتا ہے۔ دیکھو
مجمع البحار جلد دوم صفحہ ۳۲۲
جبکہ لغت عرب سے موت کے متعدد معانی ہوئے
اور نیز دیگر آیات قرآنیہ محکمہ سے ثابت ہو گیا کہ مرے
ہوئے دوبارہ اس عالم میں زندہ نہیں ہو سکتے تو پھر
ہمکو کیا ضرور ہے کہ ہم آیات متنازعہ فیہا میں موت
کے وہ معنے لیں جس سے تغیر و تبدل آیات محکمات
میں لازم آوے اور آیات محکمات کے ساتھ تعارض
و تناقض ماننا پڑے۔ اب ہم آیات متنازعہ فیہا میں
بحث کرتے ہیں اور ہر ایک آیت پر الگ الگ بحث کرتے
ہیں۔ اوّل آیت یہ ہے واذ قال ابراھیم رب ارنی
کیف تحیی الموتیٰ قال اولم تؤمن قال بلیٰ
ولکن لیطمئن قلبی قال فخذ اربعۃ من الطیر
فصرھن الیک ثم اجعل علیٰ کل جبل منھن
جزءا ثم ادعھن یاتینک سعیا واعلم ان اللہ
عزیز حکیم ۔ ترجمہ جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا
اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کریگا
اللہ تعالیٰ نے جواب میں کہا کیا تو ایمان نہیں لاتا
کہا کہ ہاں ایمان رکھتا ہوں لیکن میں دل کا اطمینان
چاہتا ہوں۔ فرمایا جناب باری نے کہ چار پرندے لو
اور ان کو اپنے ساتھ ہلا لو پھر جب ہل جائیں تو ہر ایک کو
انہیں سے ایک ایک پہاڑ پر بٹھا دو پھر ان کو بلاؤ وہ تمہاری
طرف دوڑتے ہوئے آئینگے اور جان رکھو
کہ اللہ عزیز ہے۔ یعنی سب پر بوجہ ربوبیت عامہ اپنی
کے غالب اور مختار ہے اور وہ حکمت والا ہے۔ اس
آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم جو ایک عظیم الشان
نبی ہیں نے عالم برزخ کے متعلق سوال کر کے اپنا اطمینان
چاہتے ہیں اور خود عالم کون و فساد میں ہیں۔ اگر یہ
اس کے معنے لئے جائیں کہ مردوں کا زندہ ہونا اپنی
آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے تو یہ امر قرین قیاس نہیں
اور نبی کی شان سے بعید ہے ایسا سوال کرنا کیونکہ
دنیا ایمان بالغیب کی جگہ ہے۔ ایسا سوال کرنا ایمان
بالغیب کی حکمت کے منافی ہے اور نیز انبیاء اور اولیاء
کا عرفان اور یقین مکاشفات سے بڑھایا جاتا ہے۔
نہ کہ عام منکرین کی طرح خلاف فطرت نظاروں سے
برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست
معرفت کردگار۔ کیا انبیاء علیہم السلام عام ہوشیاروں
سے بھی گئے گذرے ہوتے کہ موجودہ نظام عالم اور
قوانین مستمرہ ان کے واسطے کافی ہدایت نہیں ہو سکتے
کیا ابراہیم جیسے نبی اول حالت میں سے نہیں تھے کہ
ان کو قدرت الٰہی کا عالم نظارہ کافی رہبر نہ ہو سکتا

خداوند کریم - خود فرماتا ہے کہ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب - پس لامحالہ یہ کہنا پڑا کہ حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ سے قدرت الٰہی کے عام نظارہ سے اپنی تسلی چاہتے تھے - اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تو چار پرندوں کو لیکر اون کو دانہ وغیرہ ڈالکر اپنی طرف ہلائے جیسا لوگ پرندوں کو ہلایا کرتے ہیں اور جب وہ ہل جائیں تو ہر ایک کو الگ الگ پہاڑ پر بٹھلا کر آواز دے کر بلا وہ سب تیری طرف دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اس مثال سے یہ سمجھانا مقصود تھا کہ دیکھ اے ابراہیم جانداروں کا تو خالق نہیں اور نہ تو پرندوں کا خالق ہے دونوں چیزیں میری مخلوق ہیں مگر تو نے انکو میری ہی چیزوں سے کھلا کر اپنا گرویدۂ احسان بنالیا کہ جب تو چاہے بلائے وہ تیری آواز سنکر تیری طرف دوڑتے چلے آتے ہیں اور میں جو رب العالمین ہوں اور ہر ایک چیز کے ذرہ ذرہ کو میں نے پیدا کیا ہے اور ہر ایک چیز کے ذرہ ذرہ جو ہمیشہ سے میری ربوبیت سے پرورش پا رہے ہیں کچھ تھوڑی مدت سے نہیں اس لئے میرا تصرف و احسان ہر ہر ذرہ و اجزاء کے ہمیشہ ہے - پس ثابت ہوا کہ جب میں بلاونگا تو میرے بلانے پر بالضرور فوراً حاضر ہونگے - جبکہ تیرے عارضی احسان و چند روزہ پرورش سے اون میں ایسی کشش تیرے ساتھ اون کو ہو گئی کہ وہ کسی طرح سے تیری نافرمانی نہیں کرتے - تو میرے ابدی احسان سے کیونکر وہ روگردانی کر سکتے ہیں - یہ استدلال ایک فطری استدلال ہے جسکو فطرت کے ساتھ بڑی مناسبت ہے - اور اس استدلال کا نام اہل اصول استدلال بدلالۃ النص نام رکھتے ہیں -
اسی استدلال سے حشر اجساد کا ثبوت حضرت ابراہیم کو دیا گیا - مخالف الرائے لوگ جو یہ کہتے ہیں - ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءا کے یہ معنے ہیں کہ حضرت ابراہیم کو حکم کیا گیا کہ اون کا قیمہ کرکے تھوڑا تھوڑا انکا ہر پہاڑ پر رکھدے - یہ اون کی بڑی غلطی ہے الفاظ قرآنی اس کے مخالف ہیں صرھن الیک اس معنے کے مخالف ہے - کیونکہ اس صورت میں ہلانے کی ضرورت کیا تھی - اور نیز اس صورت میں نظم قرآنی یوں ہوتی - ثم جزھن واجعل اجزاءھن علی کل جبل - نفس پرستو - اپنی خواہش کے بندو تم ایسی ہی باتوں سے قرآن کریم کو خلاف محاورہ عرب و خلاف فصاحت ٹھیراتے - تمکو خدا کا خوف نہیں آتا - کہ خداوند کریم کے کلام میں لفظی و معنوی نقصانات اور عیوب پیدا ہوتے ہیں - کہ تمہارے ایسے معانی بیان کرنے سے لفظی عیوب اور معنوی نقائص کا دھبہ خداوند کریم کے کلام معجز نظام پر لگتا ہے خدا سے ڈرو اور تحریف سے توبہ کرو - یہودیت کو چھوڑو - اب ہم دوسری آیت کے معنے بیان کرتے ہیں - وہ آیت یہ ہے واذ قلتم یاموسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون ثم بعثنٰکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون
ترجمہ - اور جبکہ تم نے کہا - اے موسیٰ ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جبتک کہ ہم اللہ کو برملا نہ دیکھ لیں پس تمکو بجلی نے پکڑ لیا اور تم دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے - پھر تمہیں اللہ تعالیٰ غشی سے ہوش میں لایا یعنی تمہاری آنکھیں کھلی تھیں لیکن حس و حرکت نہیں کر سکتے تھے اور زبان سے کچھ بول نہیں سکتے تھے - جب بجلی کڑک کیساتھ ظہور کرتی ہے اُس کو صاعقہ کہتے ہیں جب صدمہ رجعت سے بجلی کسی انسان کو مبتلا کرتی ہے تو وہ خفیف سے جسم حرکت ہو کر مردہ کی مانند گر پڑتا کبھی ساتھ ہی غشی اور بے ہوشی بھی ہو جاتی ہے اور کبھی [illegible] جاتا ہے - جب صدمہ انتشاری سے مبتلا کرتا ہے تو گوشت و پوست کو جلا دیتی اور ہڈیوں کو توڑ دیتی اور بڑے بڑے زخم اور چھالے پیدا کر دیتی ہے اس قسم کی بجلی کا اثر ایک یا چند اشخاص پر محدود رہتا ہے مگر صدمہ رجعت کی بجلی کثیر التعداد لوگوں پر فوراً وار کر سکتی ہے انتم تنظرون اور اخذتکم الصاعقۃ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بجلی کی صدمہ رجعت سے ہوا کیونکہ کثیر التعداد انسانوں کا بے حس و حرکت ہونا پایا جاتا ہے زخم لگا ہونا گوشت و پوست کا جلنا ہڈیوں کا ٹوٹنا انکو نہیں انتم تنظرون سے ظاہر ہے کہ ہوش قائم تھے مگر حس و حرکت اڑ گیا تھا - اور آنکھوں سے اپنا اور دوسروں کا حال دیکھ رہے تھے - اگر بے ہوشی کی حالت ہو جاتی تو دیکھنا بھی ناممکن تھا حس و حرکت کا مارا جانا ایک طرح کی موت تھا - اگر مفسرین نے موت سے مراد حقیقی موت لی ہے یہ معنے بیچ الفاظ کے خلاف ہیں - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمکو بجلی نے پکڑ لیا یہ نہیں فرمایا کہ تمکو بجلی نے ہلاک کر دیا - پھر حالت یہ فرمائی کہ تم دیکھتے تھے یہ اوسی حالت میں ممکن ہے کہ محض حس و حرکت مارا جائے اور ہوش و حواس قائم رہیں بجلی زدہ ہونے کا لفظ موسیٰ کی نسبت بھی آیا - وخر موسیٰ صعقا یعنی موسیٰ بجلی زدوں کے طور پر گر پڑا یہاں پر بجلی زدگی سے مراد موت نہیں ہے لفظ لغت سے بھی حقیقی موت کا اشتباہ ہو سکتا تھا مگر یہ لفظ خواب سے اٹھانے کے واسطے بھی مستعمل ہوا ہے جیساکہ اصحاب کہف کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - فضربنا علی اٰذانھم [illegible] ثم بعثنٰھم لنعلم ای الحزبین احصٰی لما لبثوا امدا چنانچہ [illegible] سورہ کہف [illegible] لکھا ہے اے [illegible] القینا علیہم النوم فی الکہف سنین عددا ثم بعثنٰھم اے انمناھم سنین معدودۃ ثم ایقظناھم یعنی من نومھم - لفظ موت سے ظاہر حقیقی موت مفہوم ہوتی ہے گر قرآن مجید اور حدیث کے محاورات میں - لفظ موت ایسی حالتوں کے واسطے بھی آیا ہے جس میں بعض قوے بیکار ہو جائیں - مثلاً زمین مردہ ، کافروں کو مردوں سے مشابہت دی گئی ہے - خواب کو بھی ایک قسم کی موت فرمایا ہے بیدین انسان کو بھی میت فرمایا ہے - خوف سے جو بیہوشی طاری ہوتی ہے اوس کو بھی قرآن مجید نے موت سے تشبیہ دی ہے جیساکہ آیت ذیل میں (فاذا جاء الخوف رأیتھم ینظرون الیک تدور اعینھم کالذی یغشی علیہ من الموت - پس اے ہمارے مخالفو اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم موسیٰ پر بجلی نازل کی اور بجلی کا خاصہ ہے کہ جس انسان پر پڑتی ہے وہ بے حس و حرکت ہو جاتا ہے اور مصروع کی سی حالت ہوجاتی ہے اور اگر اون کی خبر گیری کی جائے تو بہت جلد ہوش میں آجاتے ہیں - آجکل کی تحقیقات سے بھی ثابت ہوا ہے اور مشاہدہ میں یہ امر آ چکا ہے - کہ بجلی زدہ دو گھنٹہ بعد اچھا ہو سکتا ہے لہٰذا اس آیت میں حقیقی موت مراد لینی بجز تحکم اور سینہ زوری اور کچھ متصور نہیں - اور ساتھ ہی وہ لوگ جو ایسا معنے کرتے ہیں وہ قرآن شریف کی اون آیات کی مخالفت کرتے ہیں جنمیں احیاء موتیٰ کی نفی ہے گویا وہ قرآن شریف کو اختلافات کا مجموعہ ٹھیراتے ہیں جو آیت ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا کے خلاف ہے - لہٰذا اس آیت کے یہی معنی تحقیقی ہیں کہ انسان پر بجلی کی وجہ سے بے حس و حرکت ہونیکی حالت طاری ہو گئی تھی اور لغت عرب میں یہ معنے ثابت ہیں تو پھر کیونکر اس سے روگردانی کیجاتی ہے اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مردہ کو زندہ کرے اسی عالم میں قبل یوم بعث و نشر کے تو جواب سکا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سورہ مومنون میں فرماتا ہے (ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون) اور اون کے پیچھے انکا [illegible] ہے جس دن تک اوٹھائے جائیں - یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے جو تمہارے مسلم الثبوت ہیں میں نے اپنی طرف سے گھٹایا بڑھایا نہیں -
اگر کوئی یہ کہے کہ یہ ہمارے ایمانیات میں داخل ہے کہ احیاء الموتیٰ فی الدنیا برحق ہے - جیساکہ جابر کے باپ کو زندہ کیا خدا نے اور اس سے سوال و جواب ہوا - اور اس نے اظہار تمنا کے جنت کیا) تو جواب اس کا یہ ہے کہ مردوں کا زندہ کرنا ہے (باقی آئندہ)

ضروری نوٹ اور خبریں

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ علی الارض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے تندرست ہیں۔ البتہ حضرت ام المؤمنین علیہا السلام کی طبیعت پچھلے دنوں سے کسی قدر ناساز رہی ہے۔ حضرت صاحبزادی امۃ النصیر کے انتقال کی خبر الحکم کے غیر معمولی پرچہ کے ذریعہ شائع ہو چکی۔ حضرت صاحبزادہ مبارک احمد سلمہ اللہ الاحد کی طبیعت بھی ناساز ہو گئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے صاحبزادہ صاحب کو شفا عطا فرمائی الحمد للہ۔

۲۔ جناب ڈاکٹر حافظ خلیفہ رشید الدین صاحب آگرہ سے اور جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب اور جناب شیخ رحمۃ اللہ صاحب لاہور سے اور جناب ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب گوڑگانوہ سے تشریف فرما ہوئے اور صاحبزادہ صاحب کے علاج میں ڈاکٹر صاحبان نے حصہ لیا جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

۳۔ حضرت حکیم الامت کی طبیعت بدستور ضعیف ہے اگرچہ بخار سے اب آرام ہے تاہم آپ کی نفع رساں طبیعت آرام گوارا نہیں کرتی اس ضعف و ناتوانی میں بھی مریضوں کے علاج اور طلباء کے درس و تدریس کا سلسلہ بند نہیں فرمایا۔ ترک اسلام کا جواب ختم ہو چکا۔

۴۔ حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کو عوارض لاحقہ سے تو بفضلہ تعالیٰ آرام ہے وہی شکایت ضعف باقی ہے تاہم آپ جماعت کراتے ہیں اور دوسرے کاموں میں بھی حصہ لیتے ہیں۔

۵۔ حضرت فاضل امروہی کا ایک عظیم الشان مضمون جو ایک لاجواب تصنیف کا جزو ہے الحکم کی اگلی اشاعت میں نکلتا ہے۔ ناظرین ملاحظہ کریں گے آپ کی طبیعت خدا کا احسان ہے بہت اچھی ہے اس پیرانہ سالی میں بھی آپ جوانوں سے بڑھ کر محنت تصنیف و تالیف کے سلسلہ کیا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہمت و سعی میں اور بھی برکت دے۔ آمین۔

۷۔ صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی نے ایک رسالہ بنام سراج الحق تصنیف کیا ہے اس رسالہ کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے حضرت مسیح کی وفات میں نئے طرز کے لاجواب دلائل سے مدلل و مبرہن کیا ہے۔ یہ رسالہ کیا ہے بہ نیت رفاہ عام قیمت ایک آنہ علاوہ محصول ڈاک ہے۔ جو صاحب چاہیں جناب سے طلب کر کے حظ اٹھائیں۔ بیشک قابل دید رسالہ ہے۔

ترک اسلام کا جواب اور اس کی مفت اشاعت

ترک اسلام کی مفت اشاعت کے متعلق جو تجویز الحکم میں شائع ہوئی تھی اور جو تحریک خاکسار ایڈیٹر نے اس کی پانچ ہزار مفت اشاعت کے لیے کی تھی۔ سرِ دست اس کا شکریہ ہے کہ قوم میں وہ قبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے اور اس کو منظور کیا گیا ہے۔ ہم اطلاع کے لیے لکھتے ہیں کہ ترک اسلام کی مفت اشاعت کا ایڈیشن ابھی طبع ہونا شروع نہیں ہوا۔ البتہ فروخت کے لیے حکیم فضل الدین صاحب طبع کر رہے ہیں۔

جس قدر درخواستیں مفت اشاعت کے لیے آ رہی ہیں اُن میں یہ دیا بھی کیا گیا ہے کہ قیمت لاگت سے زیادہ نہ ہو حقیقت میں مفت اشاعت کے لیے یہ ضروری امر ہے اور ایسا ہی انشاء اللہ تعالیٰ پیدا ہوا علی سبیل الخیر ہوگا۔ ترک اسلام کا جواب جو حضرت حکیم الامت نے لکھا ہے اور جو ہم مفت تقسیم کرنا چاہتے ہیں اگر وہ تین سو صفحہ تک بھی ہوگا تو عمدہ کاغذ پر خوشخط صحیح چھاپنے میں بھی امید کی جاتی ہے زیادہ فی نسخہ لاگت آنے کی ہرگز توقع نہیں ہے اور زیادہ سے زیادہ فی نسخہ لاگت آئے گی۔ چونکہ یہ چار پانچ ہزار کی تعداد مشین پر لاہور چھاپی جاوے گی اس لیے جلد چھپ جانے کی توقع کی جا سکتی ہے اس کے متعلق لاہور کی دخانی مشینوں کے ساتھ خط و کتابت کر لینے کے بعد اعلان الحکم میں چھاپ دیا جاوے گا اور اس وقت بتا دیا جاوے گا کہ کس قدر فی جلد کی لاگت آتی ہے۔ اس وقت ہم ایسے بزرگ کو جس نے اسے مفت تقسیم کرنے کے لیے کچھ خریدی ہیں اپنے وعدہ کے موافق روپیہ بھیجنے کی اطلاع دی جاوے گی۔ اس وقت تک جس قدر درخواستیں آ رہی ہیں وہ جمع کی جاتی ہیں اور مفت تقسیم کرنے کے لیے خریدنے والوں کی درخواستیں ایڈیٹر الحکم کے نام آنی چاہییں۔ کوئی روپیہ ابھی تک ترک اسلام کے متعلق نہ بھیجا جاوے۔

مختلف مسلمان سوسائٹیوں کے جلسے

ہمارے پاس انجمن نعمانیہ لاہور۔ ندوۃ العلماء اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی طرف سے مطبوعہ اطلاعیں ان کے جلسوں کے متعلق وقتاً فوقتاً چھپنے کے لیے آتی رہی ہیں۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ بعض مصروفیتوں اور اخبار کے بے بیرنگ شائع ہونے کی وجہ سے انجمن نعمانیہ اور کانفرنس کے اعلانات اب شائع کرنے بے از وقت ہیں کیونکہ ان کے جلسے اب بہت قریب ہیں اور اگرچہ ہم ان انجمنوں کے کام پر اعتراض رکھتے ہیں لیکن ان کے اشتہار کو ہمیشہ جگہ دیتے ہیں اس مرتبہ ہم مندرجہ بالا عذر کی بنا پر قاصر رہے اور معافی چاہتے ہیں۔ ندوہ کا جلسہ ابھی دیر بعد ہے اس لیے اس کا اعلان ذیل میں دیدیتے ہیں

اعلان

انجمن ندوۃ العلماء کا دسواں سالانہ اجلاس

دور و نزدیک کے سب مسلمانوں کو نہایت خوشی سے اطلاع دی جاتی ہے کہ انجمن ندوۃ العلماء کا دسواں سالانہ جلسہ ماہ جنوری ۱۹۰۴ء اتوار اور اس کے بعد کے تین روزوں میں شہر مدراس میں منعقد ہوگا۔ انجمن معین الندوہ مدراس کے انتظامی مجلس منعقدہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں اتفاق آراء سے منظور ہو چکا ہے۔

غلام محمد مہاجر ناظم انجمن معین الندوہ مدراس

قواعد رکنیت ندوۃ العلماء

۱۔ ہر مسلمان کم از کم دو روپے سالانہ دے کر ندوۃ العلماء کا رکن شامل ہو سکتا ہے عطیہ کی مقدار ہر شخص کی مقدرت اور فیاضی پر موقوف ہے۔

۲۔ ارکان ندوۃ العلماء کے فرائض حسب ذیل مندرج ہیں (۱) احکام شرعیہ کا پورا احترام کرنا۔ (۲) باہمی اتحاد و ارتباط کو بڑھانا (۳) ندوۃ العلماء کے مقاصد و اغراض کی انجام دہی میں پوری کوشش کرنا۔

۴۔ اراکین کو وہ کتابیں جو اُن کی رکنیت سے پہلے شائع ہو چکی ہیں پوری قیمت پر اور سال رکنیت کی کتابیں باستثنائے روداد کے نصف قیمت پر ملیں گی۔

۵۔ جو ذی علم کوئی مضمون کسی مقصد پر پڑھنا چاہیں وہ جلسہ کی تاریخ سے پندرہ دن پیشتر ناظم انجمن معین الندوہ مدراس کے پاس روانہ کریں۔

۶۔ رکنیت یا عطیہ وغیرہ کا مبلغ نشان ذیل پر روانہ کیا جائے۔ جناب الحاج محمد عبد الملک بادشاہ صاحب بہادر معتمد تو فرمال انجمن معین الندوہ مدراس کا رفاہ حاجی محمد بادشاہ صاحب معتمد کا رفاہ لین بیچ مدراس۔

۷۔ سوائے ارسال مبلغ کے باقی کل خط و کتابت بنشان ذیل ہونا چاہیئے جناب خان بہادر غلام محمد صاحب مہاجر ناظم انجمن معین الندوہ مدراس جیپاک ترکلگھری مدراس کے

پہلے مجھے اُس کے پیدا ہونے کی خبر دی۔ پھر اس بارہ میں الہامات بارش کی طرح ہوئے اور تکرار ان فقرات کا مختلف پیرایوں میں ہوا چنانچہ منجملہ ذیل وحی میں اس طرح پر مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔

اتیٰ امر اللّٰہ فلا تستعجلوہ بشارۃ تلقاھا النبیون۔ ان اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ انہ قوی عزیز۔ وانہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ اتعزونی وانا من المجرمین منتقمون۔ یقولون ان ھذا الا قول البشر واعانہ علیہ قوم آخرون۔ جاھل او مجنون۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ انا کفیناک المستھزئین۔ انی مھین من اراد اھانتک۔ وانی معین من اراد اعانتک۔ وانی لا یخاف لدیّ المرسلون۔ اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح وتمت کلمۃ ربک ھذا الذی کنتم بہ تستعجلون۔ واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون۔ الا انھم ھم المفسدون۔ وان یتخذونک الا ھزوا اھذا الذی بعث اللّٰہ۔ بل اتیناھم بالحق فھم للحق کارھون۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون۔ ویقولون لست مرسلا۔ قل عندی شھادۃ من اللّٰہ فھل انتم مؤمنون۔ انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی۔ اذا غضبت غضبت وکلما احببت احببت۔ یحمدک اللّٰہ من عرشہ۔ یحمدک اللّٰہ ویمشی الیک۔ انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی۔ انت من ماءنا وھم من فشل۔ الحمد للّٰہ الذی جعلک المسیح ابن مریم۔ وعلمک ما لم تعلم۔ قالوا انی لک ھذا قل ھو اللّٰہ عجیب لا راد لفضلہ۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ ان ربک فعال لما یرید۔ خلق آدم فاکرمہ۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ وقالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ یقولون ان ھذا الا اختلاق۔ قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔ وبالحق انزلناہ وبالحق نزل۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ یا احمدی انت مرادی ومعی۔ سرک سری۔ شانک عجیب واجرک قریب۔ انی آثرتک واخترتک۔ یاتی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ۔ ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون۔ ویمکرون ویمکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین۔ انہ کریم تمشی امامک وعادیٰ لک من عادیٰ۔ وسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ انا نرث الارض ناکلھا من اطرافھا۔ لتنذر قوما ما انذر آباؤھم ولتستبین سبیل المجرمین۔ قل انی امرت وانا اول المؤمنین۔ قل یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد والخیر کلہ فی القرآن لا یمسہ الا المطھرون۔ فبای حدیث بعدہ تؤمنون۔ یریدون ان لا یتم امرک۔ وما کان اللّٰہ لیترکک حتی یمیز الخبیث من الطیب۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ وکان وعد اللّٰہ مفعولا۔ ان وعد اللّٰہ اتیٰ۔ ورکل ورکیٰ۔ یعصمک اللّٰہ من عندہ۔ ویسطو بکل من سطا۔ حل غضبہ علی الارض۔ ذالک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ الامراض تشاع والنفوس تضاع۔ امر من السماء۔ امر من اللّٰہ العزیز الاکرم۔ ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ انہ اوی القریۃ۔ لا عاصم الیوم الا اللّٰہ۔ اصنع الفلک باعیننا ووحینا۔ انی معک ومع اھلک۔ انی احافظ کل من فی الدار۔ الا الذین علوا من استکبار واحافظک خاصۃ۔ سلام قولا من رب رحیم۔ سلام علیکم طبتم۔ وامتازوا الیوم ایھا المجرمون۔ انی مع الرسول اقوم وافطر واصوم۔ والوم من یلوم۔ واعطیک ما یدوم۔ واجعل لک انوار القدوم۔ ولن ابرح الارض الی

اِلیٰ وَقتِ المَعْلُوْم - اِنِّی اَنَا الصَّاعِقَۃ وَاِنِّی الرَّحْمٰنُ ذُوالّلُطْفِ وَالنَّدٰی

ترجمہ خدا کا امر آرہا ہے پس تم جلدی مت کرو یہ خوشخبری ہے جو قدیم سے نبیوں کو ملتی رہی ہے خدا اُنکے ساتھ ہے جو تقوی اختیار کرتے ہیں یعنی ادب اور حیا اور خوف الٰہی کی پابندی سے اُن طریقوں یا ہو کو بھی چھوڑتے ہیں جن میں معصیت اور نافرمانی کا گمان ہو سکتا ہے اور دلیری سے کوئی قدم نہیں اُٹھاتے بلکہ ڈرتے ڈرتے کسی قول یا فعل کے بجالانے کا قصد کرتے ہیں اور خدا اُن کے ساتھ ہے جو نیک ساتھ اخلاص اور اُسکے بندوں سے نیکی بجالاتے ہیں۔ وہ قوی اور غالب ہے وہ ہر ایک امر پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے جب وہ کچھ بات کو چاہتا ہے تو کہتا ہے ہو پس وہ بات ہو جاتی ہے کیا تم مجھ سے بھاگ سکتے ہو اور ہم مجرموں سے انتقام لیں گے کہتے ہیں کہ یہ تو صرف انسان کا قول ہے اور ان باتوں میں دوسروں نے اس شخص کی مدد کی ہے یہ تو جاہل ہے یا مجنون ہے انکو کہدے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تمہیں دوست رکھے اور جو لوگ تجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں ہم اُنکے لیے کافی ہیں ہم اُس شخص کی اہانت کریں گا جو تیری اہانت کے در پے ہے اور میں اُس شخص کی مدد کرونگا جو تیری مدد کرنا چاہتا ہے۔ میں ہی جو میرے پاس ہو کر میرے رسول ڈرا نہیں کرتے جب خدا کی مدد اور فتح آئیگی اور تیرے رب کا کلمہ پورا ہو جائیگا تو کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جسکو تم جلدی کرتے تھے۔ اور جب انکو کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد مت کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صلاح کرنے والے ہیں خبردار ہو کہ وہی مفسد ہیں اور تجھے انھوں نے ہنسی اور ٹھٹھے کی جگہ بنا رکھا ہے اور ٹھٹھا کرکے کہتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے کہ جو خدا نے مبعوث فرمایا یہ لوگ کی باتیں ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ جتنے ان کے سامنے حق پیش کیا یہ وہ حق کے قبول کرنے سے کراہت کرتے ہیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس طرف پھیرے جائیں گے جب ان ہتکوں سے پاک ایسے ہیں جیسے ہیرا ستھرا ہیں اور کہتے ہیں کہ تو خدا کی راہ سے جدا نہیں انکو کہدے کہ خدا کی پیروی کرو اور جو سچ ہیں کیا تم ایمان لاتے ہو۔ تو میری درگاہ میں از بس عزیز ہے میں نے اپنے لیے تجھے چن لیا اگر چہ تو کسی پہاڑ بدعن ہو تو میں اُس میں بلا عنبر ہوتا ہوں وہ ہر ایک چیز جس سے تو پیار کرتا ہے میں بھی اُس سے پیار کرتا ہوں۔ خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے

خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے تو مجھ سے اُس مرتبہ پر ہے جسکو دنیا نہیں جانتی تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ فشل سے۔ اُس خدا کو حمد ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا اور تجھ کو وہ باتیں سکھلائیں جن کی تجھ کو خبر نہ تھی لوگوں نے کہا کہ یہ مرتبہ تجھے کہاں سے اور کیونکر مل سکتا ہے انکو کہدے کہ میرا خدا عجیب ہے اُس کے فضل کو کوئی رد نہیں کرسکتا جو کام وہ کرتا ہے اُس سے پوچھا نہیں جاتا کہ ایسا کیوں کیا مگر لوگ اپنے کاموں سے پوچھے جاتے ہیں تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے اُس نے اس آدم کو پیدا کرکے اسکو بزرگی دی جس نے اس زمانہ میں ارادہ کیا کہ اپنا ایک خلیفہ زمین پر قائم کروں۔ پس پیدا اس آدم کو پیدا کیا اور لوگوں نے کہا کہ کیا تو ایسا شخص اپنا خلیفہ بناتا ہے جو زمین میں فساد کرتا ہے یعنی پھوٹ ڈالتا ہے تو خدا نے انھیں کہا کہ جن باتوں کا مجھے علم ہے تمھیں وہ باتیں معلوم نہیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ایک بناوٹ ہے کہ خدا نے جس سے یہ سلسلہ قائم کیا پھر یہ کہکر انکو اپنے لہو ولعب میں چھوڑ دے اور جتنے حق کے ساتھ اسکو اُتارا اور ضرورت حقہ کے موافق وہ اُترا اور جتنے تجھے تمام دنیا کے لیے ایک عام رحمت کرکے بھیجا ہے۔ اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے تیرا بھید میرا بھید ہے تیری شان عجیب ہے اور اجر قریب ہے میں نے تجھے روشن کیا اور میں نے تجھے چنا تجھ پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ موسیٰ پر زمانہ آیا تھا اور تو ان لوگوں کے بارے میں میری جناب میں شفاعت مت کر جو ظالم ہیں کیونکہ وہ غرق کیے جائیں گے اور یہ لوگ مکر کرینگے اور خدا بھی اُن سے مکر کرے گا اور خدا تعالیٰ بہتر مکر کرنے والا ہے وہ کریم ہے جو تیرے آگے آگے چلتا ہے اور اُسکو وہ اپنا دشمن قرار دیتا ہے جو تجھ سے دشمنی کرتا ہے اور وہ عنقریب تجھ کو وہ چیزیں دے گا جن سے تو راضی ہو جائیگا ہم زمین کے وارث ہوں گے اور ہم اُسکو اُسکے کناروں سے کھاتے جاتے ہیں تا کہ تو اُس قوم کو ڈراوے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے اور تا کہ مجرموں کی راہ کھل جائے کہدے میں حکم دیا گیا ہوں اور میں سب سے پہلے مومن ہوں۔ کہہ میرے پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے اور تمام خیر قرآن میں ہے اس کے حقائق و معارف تک وہی لوگ پہونچتے ہیں جو پاک کئے جاتے ہیں پس تم اُسکے بعد کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ یہ لوگ ارادہ کرتے

ہیں کہ کچھ ایسی کوشش کریں کہ تیرا امر ناتمام رہجائے لیکن خدا یہی چاہتا ہے کہ تیری بات کو کمال تک پہونچا دے۔ اور خدا ایسا نہیں ہے کہ جب تک جو پاک اور پلید میں فرق کرکے دکھلاوے تجھے چھوڑ دے۔ خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو (یعنی اس عاجز کو) ہدایت اور دین حق دیکر اس غرض سے بھیجا ہے تا وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے اور خدا کا وعدہ ایک دن ہونا ہی تھا خدا کا وعدہ آگیا اور ایک پیر اُس نے زمین پر مارا اور خلل کی اصلاح کی۔ خدا تجھے دشمنوں سے بچائے گا اور اُس شخص پر حملہ کرے گا کہ جو ظلم کی راہ سے تیرے پر حملہ کرے گا اُس کا غضب زمین پر اُترا کیونکہ لوگوں نے معصیت پر کمر باندھی اور وہ حد سے گزر گئے۔ بیماریاں ملک میں پھیلائی جائیں گی اور طرح طرح کے اسباب سے جانیں تلف کی جائیں گی یہ امر آسمان پر قرار پا چکا ہے۔ اُس خدا کا امر ہے جو غالب اور بزرگ ہے جو کچھ قوم پر نازل ہوا خدا اُسکو نہیں ہٹائے گا جبتک کہ وہ لوگ اپنے دلوں کی حالتیں نہ بدلائیں وہ اُس گاؤں کو جو قادیان ہے کسی قدر ابتلا کے بعد اپنی پناہ میں لے لے گا* آج خدا کے سوا کوئی بچانے والا نہیں ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے کشتی بنا وہ قادر خدا تیرے ساتھ اور تیرے دوستوں کے ساتھ ہے میں ہر ایک کو جو تیرے گھر میں ہے بچاؤنگا مگر وہ لوگ جو تیرے مقابل پر تکبر سے نہیں نافرمانی اور بچاؤ رکھتے ہیں یعنی پورے طور پر اطاعت نہیں کرتے اور خاص کر میری حفاظت تیرے شامل حال رہے گی۔ خدا نے رحیم کی طرف سے سلامتی ہے تیرے سلامتی ہے تم پاک نفس ہو اور اے مجرمو آج تم الگ ہو جاؤ۔ میں اس رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور افطار کروں گا اور روزہ بھی رکھوں گا اور اُسکو ملامت کرونگا جو ملامت کرتا ہے اور تجھے وہ نعمت دونگا جو ہمیشہ رہیگی اور اپنی تجلی کے نور تجھ میں رکھدوں گا اور میں اس زمین سے وقت مقدر تک علیحدہ نہیں ہونگا یعنی میری قہری تجلی میں فرق نہ آئیگا میں صاعقہ ہوں اور میں رحمان ہوں صاحب لطف و بخشش

نوٹ: * اوی کا لفظ زبان عرب میں ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی قدر مصیبت یا ابتلا کے بعد اپنی پناہ میں لیا جائے اور اکثر مصائب اور آفت ہونے سے بچایا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الم یجدک یتیما فاٰوی اسی طرح تمام قرآن شریف میں آوی اور اوینا کا لفظ ایسے ہی موقعوں پر استعمال ہوا ہے کہ جہاں کسی شخص یا کسی قوم کو کسی قدر تکلیف کے بعد پھر آرام دیا گیا۔ منہ

ذکر واقعۂ شہادتین

انہیں دنوں میں جب کہ متواتر یہ وحی خدا کی مجھ پر ہوئی اور نہایت زبردست اور قوی نشان ظاہر ہوئے اور میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ دنیا میں شائع ہوا۔ **خوست** علاقہ حدود **کابل** میں ایک بزرگ تک جن کا نام اخوند زادہ مولوی **عبد اللطیف** ہے کسی اتفاق سے میری کتابیں پہنچیں اور وہ تمام دلائل جو نقل اور عقل اور تائیدات سماوی سے میں نے اپنی کتابوں میں لکھے تھے وہ سب دلیلیں اُنکی نظر سے گذریں اور چونکہ وہ بزرگ نہایت پاک باطن اور اہل علم اور اہل فراست اور خدا ترس اور تقویٰ شعار تھے اسلیے ان کے دل پر ان دلائل کا قوی اثر ہوا اور انکو اس دعویٰ کی تصدیق میں کوئی دقت پیش نہ آئی اور اُن کے پاک کانشنس نے بلا توقف مان لیا کہ یہ شخص من جانب اللہ اور یہ دعوے صحیح ہے تب انھوں نے میری کتابوں کو نہایت محبت سے دیکھنا شروع کیا اور ان کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری طرف کھینچی گئی یہاں تک کہ ان کے لیے بغیر ملاقات کے دور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہوگیا آخر اس زبردست کشش اور محبت اور اخلاص کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اس غرض سے کہ ریاست کابل سے اجازت حاصل ہو جائے حج کے لیے مصمم ارادہ کیا اور امیر کابل سے اس سفر کے لیے درخواست کی چونکہ وہ امیر کابل کی نظر میں ایک برگزیدہ عالم اور تمام علماء کے سردار سمجھے جاتے تھے اس لیے نہ صرف انکو اجازت ہوئی بلکہ امداد کے طور پر کچھ روپیہ بھی دیا گیا۔ سو وہ اجازت حاصل کرکے قادیان پہونچے اور جب مجھ سے اُنکی ملاقات ہوئی تو قسم اُس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے اُن کو اپنی پیروی اور اپنے دعوے کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لیے ممکن نہیں اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے انکو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا اور جیسا کہ اُن کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی اُن کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابل رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت **وہ دین کو دنیا پر مقدم** رکھتا تھا اور وہ درحقیقت ان راستبازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعت الٰہی کو انتہا تک پہونچاتے ہیں۔ اور خدا کے خوش کرنے کے لیے جو اسکی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی جان

اور عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس و خاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو طیار ہوتے ہیں۔ اُنکی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اُسکو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو۔ اکثر لوگ باوجود بیعت کے اور باوجود میرے دعوے کی تصدیق کے پھر دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کے زہریلے تخم سے بکلی نجات نہیں پاتے بلکہ کچھ ملونی اُن میں باقی رہ جاتی ہے اور ایک پوشیدہ بخل خواہ وہ جان کے متعلق ہو خواہ آبرو کے متعلق اور خواہ مال کے اور خواہ اخلاقی حالتوں کے متعلق ان کے ناتمام نفسوں میں پایا جاتا ہے اسی وجہ سے اُنکی نسبت ہمیشہ میری حالت یہ رہتی ہے کہ میں ہمیشہ کسی خدمت دینی کے پیش کرنے کے وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ انکو ابتلا پیش نہ آوے اور اس خدمت کو اپنے پر ایک بوجھ سمجھکر اپنی بیعت کو الوداع نہ کہدیں لیکن میں کن **الفاظ** سے اس **بزرگ مرحوم** کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور آبرو اور جان کو میری پیروی میں یوں پھینکدیا کہ جسطرح کوئی ردی چیز پھینک دی جاتی ہے۔ اکثر لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ انکا اول اور آخر برابر نہیں ہوتا اور ادنیٰ سی ٹھوکر یا شیطانی وسوسہ یا بد صحبت سے وہ گرجاتے ہیں مگر اس جوانمرد مرحوم کی اس استقامت کی تفصیل میں کن الفاظ سے بیان کروں کہ وہ نور یقین میں دمبدم ترقی کرتا گیا اور جب وہ میرے پاس پہونچا تو میں نے اُن سے دریافت کیا کہ کن دلائل سے آپ نے مجھے شناخت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآن ہے جس نے آپ کی طرف میری رہبری کی اور فرمایا کہ میں ایک ایسی طبیعت کا آدمی تھا کہ پہلے سے فیصلہ کرچکا تھا کہ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں اس زمانے کے اکثر مسلمان اسلامی روحانیت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر اُن کے دل مومن نہیں۔ اور اُنکے اقوال اور افعال بدعت اور شرک اور انواع و اقسام کی معصیت سے پُر ہیں۔ ایسا ہی بیرونی حملے بھی انتہا تک پہونچ گئے ہیں اور اکثر دل تاریک پردوں میں ایسے بے حس و حرکت ہیں کہ گویا مرگئے ہیں اور وہ دین اور وہ تقویٰ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے جسکی تعلیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی گئی تھی اور وہ صدق اور یقین اور ایمان جو اس پاک جماعت کو ملا تھا بلا شبہ اب وہ باعث کثرت غفلت کے مفقود ہے اور شاذ و نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے ایسا ہی میں دیکھ رہا تھا کہ

اسلام ایک مردہ کی حالت میں ہو رہا ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ پردہ غیب سے کوئی جانب سے مجدد دین پیدا ہو۔ بلکہ میں روز بروز اس اضطراب میں تھا کہ وقت تنگ ہوتا جاتا ہے انہیں دنوں میں یہ آواز میرے کانوں تک پہونچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں بڑی کوشش سے چند کتابیں آپ کی تالیف کردہ بہم پہونچائیں اور انصاف کی نظر سے ان پر غور کرکے پھر قرآن کریم پر انکو عرض کیا تو قرآن شریف کو انکے ہر ایک بیان کا مصدق پایا پس وہ بات جس نے پہلے پہل مجھے اس طرف حرکت دی وہ یہی ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایکطرف تو قرآن شریف بیان کر رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے اور واپس نہیں آئینگے اور دوسری طرف وہ موسوی سلسلہ کے مقابل پر اس اُمت کو وعدہ دیتا ہے کہ وہ اس اُمت کی معصیت اور ضلالت کے وقت میں اُن خلیفوں کے رنگ میں خلیفے بھیجتا رہیگا جو موسوی سلسلہ کے قائم اور بحال رکھنے کے لیے بھیجے گئے تھے سو چونکہ ان میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے خلیفے تھے جو موسوی سلسلہ کے آخر میں پیدا ہوئے اور نیز وہ ایسے خلیفہ تھے کہ جو لڑائی کے لیے مامور نہیں ہوئے تھے اس لیے خدا تعالیٰ کے کلام سے ضرور یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کے رنگ پر بھی اس اُمت میں آخری زمانہ میں کوئی پیدا ہو۔ اسی طرح بہت سے کلمات معرفت اور دانائی کے اُن کے مُنہ سے میں نے سُنے جو بعض یاد رہے اور بعض بھول گئے اور وہ کئی مہینہ تک میرے پاس رہے اور اس قدر انکو میری باتوں میں دلچسپی ہوئی کہ اُنھوں نے میری باتوں کو حج پر ترجیح دی اور کہا کہ میں اس علم کا محتاج ہوں جس سے ایمان قوی ہو اور علم عمل پر مقدم ہے۔ سو میں نے اُن کو مستعد پاکر جہاں تک میرے لیے ممکن تھا اپنے معارف اُن کے دل میں ڈالے اور اسطرح اُن کو سمجھایا کہ دیکھو یہ بات بہت صاف ہے کہ اللہ جل شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا یعنے ہم نے ایک رسول کو جو تم پر گواہ ہے یعنی اسبات کا گواہ کہ تم کیسی خراب حالت میں ہو تمہاری طرف یعنی رسول کی مانند بھیجا ہے جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا سو اس آیت میں خدا جل شانہٗ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ ٹھیرایا ہے۔ پھر سورہ نور میں سلسلہ خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسویہ کا مثیل ٹھیرایا ہے سو کم سے کم تحقق مشابہت کے لیے

یہ ضروری ہے کہ دونوں سلسلوں کے اول اور آخر میں نمایاں مشابہت ہو یعنی یہ ضروری ہے کہ اس سلسلہ کے اول پر مثیل موسیٰ ہو اور اس سلسلہ کے آخر میں مثیل عیسےٰ۔ اور ہمارے مخالف علماء یہ تو مانتے ہیں کہ سلسلۂ ملت اسلامیہ مثیل موسیٰ سے شروع ہوا مگر وہ سراسر ہٹ دھرمی سے اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ خاتم اس سلسلہ کا مثیل عیسیٰ پر ہوگا۔ اور اس صورت میں وہ عمداً قرآن شریف کو چھوڑتے ہیں کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن شریف نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے اور کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن شریف نے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا بلکہ آیت کما استخلف الذین من قبلھم میں تمام سلسلہ خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسویہ کا مثیل قرار دیدیا ہے۔ پس اس صورت میں قطعاً و وجوباً لازم آتا ہے کہ سلسلۂ خلافت اسلامیہ کے آخر میں ایک مثیل عیسیٰ پیدا ہو اور چونکہ اول و آخر کی مشابہت ثابت ہونے سے تمام سلسلہ کی مشابہت ثابت ہو جاتی ہے اس لیے خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کی کتابوں میں جا بجا انھیں دونوں مشابہتوں پر زور دیا گیا ہے بلکہ اول اور آخر کے دشمنوں میں بھی مشابہت ثابت کی گئی ہے جیسا کہ ابوجہل کو فرعون سے مشابہت دی گئی ہے اور آخری مسیح کے مخالفین کو یہود مغضوب علیھم سے۔ اور آیت کما استخلف الذین من قبلھم یہ بھی اشارہ کر رہی ہے کہ آخری خلیفہ اس امت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے زمانہ میں ہوگا جو وہ زمانہ اپنی مدت میں اس زمانہ کی مانند ہوگا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے تھے یعنی چودھویں صدی کیونکہ کما کا لفظ جس مشابہت کو چاہتا ہے اس میں زمانہ کی مشابہت بھی داخل ہے تمام فرقے یہودیوں کے اس بات پر متفق ہیں کہ عیسیٰ بن مریم نے جس زمانہ میں دعویٰ نبوۃ کیا وہ زمانہ حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی تھی اور عیسائیوں میں سے پروٹسٹنٹ مذہب والے خیال کرتے ہیں کہ پندرھویں صدی موسوی سے کچھ سال گذر چکے تھے جب حضرت عیسیٰ نے دعویٰ نبوۃ کیا اور پروٹسٹنٹ کا قول یہودیوں کے متفق علیہ قول کے مقابل پر کچھ چیز نہیں۔ اور اگر اسکی صحت بھی مان لیں تو اس قدر قلیل فرق سے مشابہت میں کچھ فرق نہیں آتا بلکہ مشابہت ایک قلیل فرق کو چاہتی ہے۔ ویسا ہی قرآن شریف کی رو سے سلسلہ محمدیہ سلسلہ موسویہ سے ہر ایک نیکی اور بدی میں مشابہت رکھتا ہے اسی کی طرف ان آیتوں میں اشارہ ہے کہ ایک جگہ یہود کے حق میں لکھا ہے فینظر کیف تعملون۔ دوسری جگہ مسلمانوں کے حق میں لکھا ہے لننظر کیف تعملون ان دونوں آیتوں کے یہ معنی ہیں کہ خدا تمہیں خلافت اور حکومت عطا کرکے پھر دیکھے گا کہ تم راست بازی پر قائم رہتے ہو یا نہیں۔ ان آیتوں میں جو الفاظ یہود کے لیے استعمال کیے ہیں وہی مسلمانوں کے لیے یعنی ایک ہی آیت کے پیرایہ میں ان دونوں کو رکھا ہے پس ان آیتوں سے بڑھکر اس بات کے لیے اور کونسا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خدا نے بعض مسلمانوں کو یہود قرار دیدیا ہے اور صاف اشارہ کر دیا ہے کہ جس طرح یہود مرتکب ہوئے تھے یعنی علماء ان کے اس امت کے علماء بھی انھیں بدیوں کے مرتکب ہوں گے اور اسی مفہوم کی طرف آیت غیر المغضوب علیھم میں بھی اشارہ ہے کیونکہ اس آیت میں باتفاق کل مفسرین مغضوب علیھم سے مراد وہ یہود ہیں جن پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے غضب نازل ہوا تھا اور احادیث صحیحہ میں مغضوب علیھم سے مراد وہ یہود ہیں جو مورد غضب الٰہی دنیا میں ہی ہوئے تھے اور قرآن شریف بھی گواہی دیتا ہے کہ یہود کو مغضوب علیھم ٹھہرانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر لعنت جاری ہوئی تھی۔ پس یقینی اور قطعی طور پر مغضوب علیھم سے مراد وہ یہود ہیں جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر ہلاک کرنا چاہا تھا۔ اب خدا تعالیٰ کا یہ دعا سکھلانا کہ خدایا ایسا کر کہ ہم وہی یہودی نہ بن جائیں جنھوں نے عیسیٰ کو قتل کرنا چاہا تھا صاف بتلا رہا ہے کہ امت محمدیہ میں بھی ایک عیسیٰ پیدا ہونے والا ہے ورنہ اس دعا کی کیا ضرورت تھی۔ اور نیز جبکہ آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں بعض علماء مسلمان بالکل علماء یہود سے مشابہ ہو جائیں گے اور یہود بن جائیں گے پھر یہ کہنا کہ ان یہودیوں کی اصلاح کے لیے اسرائیلی عیسیٰ آسمان سے نازل ہوگا بالکل غیر معقول بات ہے کیونکہ اول تو باہر سے ایک نبی کے آنے سے مہر ختم نبوت اُٹھتی ہے اور قرآن شریف صریح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا ٹھہراتا ہے۔ ماسوا اس کے قرآن شریف کی رو سے یہ امت خیر الامم کہلاتی ہے پس اس کی اس سے زیادہ بے عزتی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ یہود بننے کے لیے تو یہ امت ہو مگر عیسیٰ باہر سے آوے اگر یہ سچ ہے کہ کسی زمانہ میں اکثر علماء اس امت کے یہودی بن جائیں گے یعنی یہود خصلت ہو جائیں گے تو پھر یہ بھی سچ ہے کہ ان یہود کے درست کرنے کے لیے باہر سے عیسیٰ نہیں آئے گا بلکہ جیسا کہ بعض افراد کا نام یہود رکھا گیا ہے ویسا ہی اس کے مقابل پر ایک فرد کا نام عیسیٰ بھی رکھا جائیگا۔ اس بات کا انکار نہیں ہو سکتا کہ قرآن اور حدیث دونوں نے بعض افراد اس امت کا نام یہود رکھا ہے جیسا کہ آیت غیر المغضوب علیھم سے بھی ظاہر ہے کیونکہ اگر بعض افراد اس امت کے یہودی بننے والے نہ ہوتے تو دعا مذکورہ بالا ہرگز نہ سکھائی جاتی۔ جب سے دنیا میں خدا کی کتابیں آئی ہیں خدا تعالیٰ کا یہ محاورہ ہے کہ جب کسی قوم کو ایک بات سے منع کرتا ہے کہ مثلاً زنا نہ کرو یا چوری نہ کرو یا یہودی نہ بنو تو اس منع کے اندر یہ پیشگوئی مخفی ہوتی ہے کہ بعض ان میں سے ارتکاب ان جرائم کا کرینگے دنیا میں کوئی شخص ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتا کہ ایک جماعت یا ایک قوم کو خدا تعالیٰ نے کسی ناکردنی کام سے منع کیا ہو اور پھر وہ سب کے سب اس کام سے باز رہے ہوں۔ بلکہ ضرور بعض اس کام کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں یہودیوں کو یہ حکم دیا کہ تم نے توریت کی تحریف نہ کرنا سو اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض یہود نے توریت کی تحریف کی۔ مگر قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو کہیں یہ حکم نہیں دیا کہ تم نے قرآن کی تحریف نہ کرنا بلکہ فرمایا کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ یعنی ہم نے ہی قرآن شریف کو اتارا اور ہم ہی اسکی محافظت کرینگے اسی وجہ سے قرآن شریف تحریف سے محفوظ رہا۔ غرض یہ قطعی اور یقینی اور مسلم سنت الٰہی ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی کتاب میں کسی قوم یا جماعت کو ایک بُرے کام سے منع کرتا ہے یا نیک کام کے لیے حکم فرماتا ہے تو اس کے علم قدیم میں یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ اس کے حکم کی مخالفت بھی کرینگے پس خدا تعالیٰ کا سورہ فاتحہ میں یہ فرمانا کہ تم دعا کیا کرو کہ تم وہ یہودی نہ بنجاؤ جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینا چاہا تھا جس سے دنیا میں ہی ان پر غضب الٰہی کی مار پڑی۔ اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں یہ مقدر تھا کہ بعض افراد اس امت کے جو علماء امت کہلائیں گے اپنی شرارتوں اور تکذیب مسیح وقت کی وجہ سے یہودی کا جامہ پہن لیں گے ورنہ ایک لغو دعا کے سکھلانے کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ علماء اس امت کے اسطرح کے یہودی نہیں بن سکتے کہ وہ اسرائیل کے خاندان میں سے بن جائیں اور پھر اس عیسیٰ بن مریم کو جو مدت سے اس دنیا سے گذر چکا ہے سولی دینا چاہیں کیونکہ اب اس زمانہ میں نہ وہ یہودی اس زمین پر موجود ہیں نہ وہ عیسیٰ موجود ہے پس ظاہر ہے کہ اس آیت میں ایک آیندہ واقعہ کی

طرف اشارہ ہے اور یہ بتلانا منظور ہے کہ اس اُمت میں بھی مسیح کے رنگ میں آخری زمانہ میں ایک شخص مبعوث ہوگا اور اس کے وقت کے بعض علماء اسلام اُن یہودی علماء کیطرح اُسکو دکھ دینگے جو عیسیٰ علیہ السلام کو دکھ دیتے تھے اور اُنکی شان میں بدگوئی کرینگے بلکہ احادیث صحیحہ سے بھی سمجھا جاتا ہے کہ یہودی بننے کے یہ معنے ہیں کہ یہودیوں کی بداخلاقی اور بدعادات علماء اسلام میں پیدا ہو جائینگے اور گو بظاہر مسلمان کہلائینگے مگر اُنکے دل مسخ ہو کر ان یہودیوں کے رنگ سے رنگین ہو جائینگے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دکھ دیکر مورد غضب الٰہی ہوئے تھے پس جبکہ یہودی بھی بننے گے جو مسلمان کہلاتے ہیں تو کیا یہ اس اُمت مرحومہ کی بےعزتی نہیں کہ یہودی بننے کے لیے تو یہ مقرر کیے جائیں مگر مسیح جو ان یہودیوں کو درست کرے گا وہ باہر سے آئے گا یہ تو قرآن شریف کے منشا کے سراسر خلاف ہے قرآن شریف نے سلسلہ محمدیہ کو ہر ایک نیکی اور بدی میں سلسلہ موسویہ کے مقابل رکھا ہے نہ صرف بدی میں اسوا اس کے آیۃ غیر المغضوب علیھم کا صریح یہ منشا ہے کہ وہ لوگ یہودی اس لیے کہلائینگے کہ خدا کے مامور کو جو اُن کی اصلاح کے لیے آئے گا بنظر تحقیر و انکار دیکھینگے اور اسکی تکذیب کرینگے اور اُسکو قتل کرنا چاہینگے اور اپنے قوی غضبیہ کو اسکی مخالفت میں بھڑکائینگے اس لیے وہ آسمان پر مغضوب علیہم کہلائینگے اُن یہودیوں کی مانند جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکذب تھے جس تکذیب کا آخر کار نتیجہ یہ ہوا تھا کہ سخت طاعون یہود میں پڑی تھی اور بعد اس کے طیطوس رومی کے ہاتھ سے وہ تباہ و نابود کیے گئے تھے پس آیت غیر المغضوب علیھم سے ظاہر ہے کہ دنیا میں ہی کوئی غضب اُن پر نازل ہوگا کیونکہ آخرۃ کے غضب میں تو ہر ایک شریک ہے اور آخرت کے لحاظ سے تمام کافر مغضوب علیہم ہیں پھر کیا وجہ کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں خاص کر کے اُن یہودیوں کا نام مغضوب علیہم رکھا جنھوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی دینا چاہا تھا بلکہ اپنی دانست میں سولی دے چکے تھے۔

پس یاد رہے کہ ان یہودیوں کو مغضوب علیہم کی خصوصیت اس لیے دی گئی کہ دنیا میں ہی اُن پر غضب الٰہی نازل ہوا تھا اور اسی بنا پر سورہ فاتحہ میں اس اُمت کو یہ دعا سکھلائی گئی کہ خدایا ایسا کر کہ ہم یہودی نہ بن جائیں یہ ایک پیشگوئی تھی جس کا یہ مطلب تھا کہ جب اس اُمت کا مسیح مبعوث ہوگا تو اس کے مقابل پر وہ یہودی بھی پیدا ہو جائینگے جن پر اسی دنیا میں خدا کا غضب نازل ہوگا۔ پس اس دعا کا یہ مطلب تھا کہ یہ مقدر ہے کہ تم میں سے بھی ایک مسیح پیدا ہوگا اور اُس کے مقابل پر یہود پیدا ہونگے جن پر دنیا میں ہی غضب نازل ہوگا سو تم دعا کرتے رہو کہ تم ایسے نہ بن جاؤ۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یوں تو ہر ایک کافر قیامت میں مورد غضب الٰہی ہے لیکن اسجگہ تو غضب سے دنیا کا غضب ہے جو مجرموں کے سزا دینے کے لیے دنیا میں ہی نازل ہوتا ہے اور وہ یہودی جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دکھ دیا تھا اور بموجب نص قرآن کریم اُنکی زبان پر لعنتی کہلائے تھے وہ وہی لوگ تھے جن پر دنیا میں ہی عذاب کی مار پڑی تھی یعنی اول سخت طاعون سے وہ ہلاک کیے گئے تھے اور پھر جو باقی رہ گئے تھے وہ طیطوس رومی کے ہاتھ سے سخت عذاب کے ساتھ ملک سے منتشر کیے گئے تھے پس غیر المغضوب علیھم میں یہی عظیم الشان پیشگوئی مخفی ہے کہ وہ لوگ جو مسلمانوں میں سے یہودی کہلائینگے وہ بھی ایک مسیح کی تکذیب کرینگے جو اُس پہلے مسیح کے رنگ پر آئے گا یعنی نہ وہ جہاد کرے گا اور نہ تلوار اُٹھائے گا بلکہ پاک تعلیم اور آسمانی نشانوں کے ساتھ دین کو پھیلائے گا اور اس آخری مسیح کی تکذیب کے بعد بھی دنیا میں طاعون پھیلے گی اور وہ سب باتیں پوری ہوں گی جو ابتداء سے نبی کہتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ وسوسہ کہ آخری زمانہ میں وہی مسیح ابن مریم دوبارہ دنیا میں آجائیگا یہ تو قرآن شریف کے منشا کے سراسر برخلاف ہے جو شخص قرآن شریف کو ایک تقوی اور ایمان اور انصاف اور تدبر کی نظر سے دیکھے گا اُس پر روز روشن کی طرح کھل جائے گا کہ خداوند کریم قادر نے اس اُمت محمدیہ کو موسوی اُمت کے بالکل مقابل پیدا کیا ہے اسکی اچھی باتوں کے بالمقابل پر اچھی باتیں اس کی ہیں اور اسکی بری باتوں کے مقابل پر بری باتیں اس اُمت میں بعض ایسے ہیں جو انبیاء بنی اسرائیل سے مشابہت رکھتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو مغضوب علیہم یہود سے مشابہت رکھتے ہیں انکی ایسی مثال ہے جیسے ایک گھر ہے جسمیں عمدہ عمدہ آراستہ کمرے موجود ہیں جو عالی شان اور مہذب لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور جس کے بعض حصہ میں پاخانے بھی ہیں اور بدرو بھی اور گھر کے مالک نے چاہا کہ اس محل کے مقابل پر ایک اور محل بنا دے کرنا جو جو سامان اس پہلے محل میں تھا اس میں بھی موجود ہو سو یہ دوسرا محل اسلام کا محل ہے اور پہلا محل موسوی سلسلہ کا محل تھا۔ یہ دوسرا محل پہلے محل کا کسی بات میں محتاج نہیں۔ قرآن شریف توریت کا محتاج نہیں اور یہ اُمت کسی اسرائیلی نبی کی محتاج نہیں۔ ہر ایک کامل جو اس اُمت کے لیے آتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے پرورش یافتہ ہے اور اسکی وحی محمدی وحی کی ظل ہے یہی ایک نکتہ ہے جو سمجھنے کے لائق ہے افسوس ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ کو دوبارہ لاتے ہیں نہیں سمجھتے کہ مطلب تو یہ ہے کہ اسلام کو فخر مشابہت حاصل ہو نہ یہ ذلت کہ کوئی اسرائیلی نبی آوے تا اُمت اصلاح پاوے۔

علاوہ اس کے یہ نہایت بیہودہ خیال ہے کہ ایسے لغو اعتقاد پر زور دیا جاوے جسکی خدا کی کتاب میں کوئی نظیر نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کی درخواست کی گئی جیسا قرآن شریف میں مذکور ہے مگر وہ یہ کہکر نامنظور کیگئی کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا تو کیا عیسیٰ بشر نہ تھا کہ اُسکو بغیر درخواست کے آسمان پر چڑھا دیا گیا۔ پھر قرآن شریف سے تو صرف رفع الی اللہ ثابت ہے جو ایک روحانی امر ہے رفع الی السماء اور یہودیوں کا اعتراض تو یہ تھا کہ جو شخص لکڑی پر لٹکایا جائے اُس کا رفع روحانی دوسرے نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا اور یہی اعتراض دفع کرنے کے لائق تھا پس قرآن شریف نے کہاں اس اعتراض کو دفع کیا ہے یعنی تمام اس نزاع کی بنیاد یہ تھی کہ یہودی کہتے تھے کہ عیسیٰ مصلوب ہوگیا ہے اور جو شخص مصلوب ہو اُس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا اس لیے عیسیٰ کا اور نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف رفع روحانی نہیں ہوا لہذا وہ مومن نہیں ہے اور نہ نجات یافتہ ہے اور چونکہ قرآن احیات کا ذمہ وار ہے کہ ہر ایک جھگڑے کا تصفیہ فرماوے لہذا اُس نے یہ فیصلہ فرمایا کہ عیسیٰ کا بھی دوسرے نبیوں کی طرح رفع ہوا ہے خدا نے تو ایک جھگڑے کا فیصلہ کرنا تھا۔ پس اگر خدا تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ فیصلہ کیا تو پھر بتلاؤ کہ کس مقام میں یہ فیصلہ کیا۔ کیا نعوذ باللہ اسطرح کی بیوقوفی خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہو سکتی ہے کہ جھگڑا تو یہود کیطرف سے روحانی رفع کا تھا اور خدا یہ کہے کہ عیسیٰ مع جسم کے آسمان پر بیٹھا ہے۔ ظاہر ہے کہ نجات کے لیے مع جسم آسمان پر جانا شرط نہیں صرف روحانی رفع شرط ہے۔ پس اسجگہ اس جھگڑے کے فیصلہ کے لیے یہ بیان کرنا تھا کہ نعوذ باللہ عیسیٰ لعنتی نہیں ہے بلکہ مومنوں کی طرح رفع روحانی اُسکو نصیب ہوا ہے ماسوا اس کے قرآن شریف میں جو رفع کے پہلے توفی کا لفظ لایا گیا ہے یہ صریح اسبات پر قرینہ ہے کہ یہ وہ رفع ہے جو ہر ایک مومن کو موت کے بعد نصیب ہوتا ہے اور توفی کے یہ معنی کرنا کہ زندہ آسمان پر حضرت عیسیٰ اُٹھائے گئے یہ بھی یہودیوں کی طرح قرآن شریف کی تحریف ہے قرآن شریف اور تمام حدیثوں میں توفی کا لفظ قبض روح کے بارہ میں استعمال پاتا ہے کسی مقام میں ان

تقریر حضرت اقدس امام علیہ السلام

چو کار عمر نہ پیداست بارے ایں اولےٰ
کہ روز واقعہ پیش نگار خود باشیم

حضرت امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام بوقت ظہر حسب معمول اپنے مسجد مبارک میں تشریف لائے اور جب کہ ترتیب نشست بیٹھکر مولوی برہان الدین صاحب جہلمی سے مخاطب ہوکر دریافت فرمایا کہ آپکے چہرہ پر آثار پژمردگی و پریشانی وغیرہ کیسے نظر آرہے ہیں؟

عرض کی کہ حضور! وجہ تو صرف یہی ہے کہ اب دوسرا کنارہ یعنی جہان ثانی نظر آرہا ہے کیونکہ بوجہ پیرانہ سالی اب عالم آخرت کا ہی خیال رہتا ہے گنتی ہی کے دن اب باقی سمجھنے چاہئیں مزید براں عارضہ ضعف اور بھی اسکے سریع الوقوع ہونے پر شاہد ہے اور ضعف کا یہ باعث ہے کہ ابتدا میں کچھ مراقبہ نفی و اثبات کا کسیقدر شغل کیا ہے جس پر یہ عارضہ ضعف لاحق حال ہوگیا ہے۔ یہ سنکر حضرت اقدس نے اپنے معمولی خندہ پیشانی اور پر معارف لب و لہجہ کے ساتھ فرمایا کہ جب یہ حالت ہے تب تو ضرور ہے کہ ان تمام عارضی تجویزات کو یکسو کر کے ایک ہی آستانہ بارگاہ ایزدی پر نظر رکھنی چاہیئے کیونکہ پھر ایک سعادت کیش و متلاشی حق روح کا یہی مامن اور ملجاء و ماویٰ ہے اور چونکہ یہ مسلّم امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے مقرب کے پاس رہنا گویا ایک طرح سے خود خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہوتا ہے اس واسطے آپکو باقی ایام زندگی قادیان میں گذارنے چاہئیں اور یہاں آکر ڈیرہ لگا دینا چاہیئے اور ہر شر سے کاربند ہونا چاہیئے۔ ؎

چو کار عمر نہ پیداست بارے آں اولیٰ
کہ روز واقعہ پیش نگار خود باشیم

یہاں تو مقصود یہ ہے کہ مرد اگر محکم کہ پر عمل کرنا ضروری و لازمی ہے ہر ایک کیلئے مناسب و واجب ہے کہ جب استطاعت اپنے نفس کے تمام جہاد کر کے پوری کامل کرے تا کہ ٹھیک وقت پر سفر منزل محبوب حقیقی کے لیے طیاری کر سکے۔ بغیر جوش کے ایک قدم اٹھانا بڑا مشکل ہے اور ساتھ ہی پھر استقلال اور استقامت ضروری ہے جب یہ امر حاصل ہو جاوے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جذب القلوب کا عمل بتدریج خود بخود شروع ہو جاویگا جس سے صادقین کی صحبت کی توفیق ملیگی اور پھر صیقل عشق الٰہی سے زنگار آئینہ دل محو ہو کر تزکیہ نفس و تطہیر قلب نصیب ہوگا۔ مگر تلاش حق کا پیچ بڑا مقدم ہے جس سے صدق و صفا کا پر ثمر نخل پیدا ہوتا ہے اور محبت ذات ربانی کی آبپاشی سے نشو و نما پاتا ہے ؎

بذیل عالیاں
رسد جاں مردی کہ ہر دم در تلاش و در دواں باشد

آپ اپنی پہلی حالت کو یاد کریں جبکہ آغاز سال ۱۸۹۰ء میں حضرت حبیب اللہ کا جوش آپکو کشاں کشاں یہاں لایا تھا اور آپ پاپیادہ افتاں خیزاں اسقدر دور فاصلہ سے پہلے قادیان پہونچے تھے اور جب آپکو سجگہ نہ پایا تو اسی بیابانی دشت پیمائی کے جوش میں تھکا ہوکر کے یہیں ہی ہمارے پاس پہنچا پڑا جا پہنچ پہنچے تھے اور جب وہاں سے واپس ہوتے تھے تو ہر وقت ہم سے جدا ہونا آپکو فراق گذرتا تھا اب تو ایسا وقت آگیا ہے کہ آپکو آگے ہی قدم مارنا چاہیئے نہ پیچھا۔ منازل دکھائی پڑیں اب تو زمانہ بزبان حال کہ رہا ہے اور نشانات و علامات سماوی باواز بلند پکار رہی ہیں ؎

چنیں زمانہ چنیں دور ایں چنیں برکات
تو بے نصیب روی وہ چہ ایں شقاوت است

فلک قریب میں شمس پر برکات
کی آفتاب مع ... [illegible]

بجز ایں عشق خیش سامانی نیست
پردہ ... [illegible]

غرضکہ پوری مستعدی و ہمت سے استقلال دکھلا دیا یہ آثار پژمردگی ہیں بالکل معدوم نہیں ہوتے تیار کا رہنا تو ایک قسم کا آستانہ ایزدی پر رہنا ہے اس حوض کو ترسنا آب حیات ملتا ہے کہ جسکے پینے سے حیات جاودانی نصیب ہوتی جسپر ابد الآباد تک موت ہرگز نہیں آسکتی۔ اچھی طرح کمر بستہ ہو کر پوری استقلال سے اس صراط مستقیم کے راہ رو بنیں اور ہر قسم کی دنیوی خار کاوٹوں اور نفسانی خواہشوں کی نہ پرواہ کر کے اللہ تعالیٰ کے صادق مامور کی پوری اتباع کریں کہ حکم کونوا مع الصادقین کی فرمانبرداری کا سنہری تمغہ آپکو حاصل ہو۔ یاد رکھیں کہ راستی و صداقت کے فرزند ہمیشہ جلال کے تاج زر بہ کے وارث ہوا کرتے ہیں اور سچائی کا جو دشمنوں کا جو انجام ہوا کرتا ہے وہ بھی پوشیدہ نہیں۔ ؎

بسوز دگر کسے شمع را بسے دیار
ہر آنکہ گریز در فا باشد

معلوم نہیں کہ آپکو جہلم سے کیوں انس ہے حالانکہ اُسکے پیغمبر بستی کی حضرت کرنے کے بعد تو جہلم ہی جہلم رہ جاتا ہے بھلا جہلم و زنگا کو جہل سے کیا نسبت؟

مولویصاحب نے عرض کی کہ حضور! واقعی یہ تو ہیچ ہے کیونکہ جہلم بمعنی جہل ملا ہی ہے آخری میم نسبتی ہے فرمایا کہ جب یہ حال تو ایسے جہل کو ترک کرنا چاہیئے وہاں کی رہایش کو یہاں کی رہایش پر کسیطرح بھی ترجیح نہیں ہو سکتی پھر اس حالت میں کہ من اسکی صحبت نہایت ضروری بلکہ مغتنمات میں سے ہے خوش قسمت وہ جنکو یہ نعمت بغیر تعب نصیب ہو۔ جو شخص سب کچھ چھوڑ کر اسجگہ آکر آباد نہیں ہوتا یا کم از کم ایسی تمنا دل میں نہیں رکھتا اسکی حالت کی نسبت مجھے بڑا اندیشہ ہے کہ وہ پاک کرنیوالے تعلقات میں ناقص نہ رہجاوے گھروں وطنوں اور املاک کو چھوڑ کر میری ہمسائیگی کیلئے قادیان میں بودوباش کرنا اصحاب الصفہ کا مصداق بننا ہے اور یہ تو ایک ابتدائی مرحلہ ہے ہر رستعوان خدا کو تو گرامی کو بھی مسلمان درجہ تک کہ شرارتیں و صعوبتوں کا سامنا ہوتا ہے مردوں کی پروا نہیں کرتے بلکہ وفور جذبہ عشق محبوب حقیقی ہو آگے ہی قدم مارتے ہیں اور اپنا تمام تن من دھن اسی راہ میں صرف کر دینے کو عین اپنی سعادت و خوش قسمتی سمجھتے ہیں یہی انکا مقصود بالذات ہوتا ہے کہ دنیوی علائق کے جالوں کو توڑ کر اللہ کے پیوند و ہر مخلصی پکڑ کر اس جسم محامد کی جامع ذات ستودہ صفات کی آستانہ سراپا برکت تک پہنچنے کا شرف حاصل کریں۔ ؎

نہ جداں رہ جاناں بخود لنجائی
اگرچہ سیل مصیبت بر و سما باشد

براہ یار عزیز از بلا پرہیز ہم
اگرچہ در رہ آں یار اژدہا باشد

بہ دولت دو جہاں سر فرو نمی آرم
بعشق یار دلی خوشدلاں وفا باشد

میں پھر توجہ دلاتا ہوں کہ در حقیقت سوال استقامت ہی کا ہے۔ قرآن مجید میں ہے انّ الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ یعنی جو لوگ حضرت آجاتے ہیں وہ صرف ربنا اللہ کہہ کر ہی ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھ بیٹھتے بلکہ اس صراط مستقیم پر استقامت بھی دکھلاتے ہیں نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ تطہیر و تنویر قلوب کی منزلیں طے کر لیتے ہیں اور بعد انشراح صدر کے جو اللہ کے فضل سے انکو حاصل ہوتا ہے وہ انکو اپنی خاص نعمتوں سے متمتع فرماتا ہے محبت و ذوق الٰہی انکی غذا ہو جاتی ہے ملائکہ الٰہی۔ وحی۔ الہام و کشف وغیرہ عطاء الٰہی سے مشرف و بہرہ مند کیے جاتے ہیں اور درگاہ رب العزت سے حمایت و تقویت انپر اترتی ہے۔ حزن و یاس بھی انکے نزدیک نہیں پھٹکتی۔ ہر وقت جذبہ محبت و ولولہ عشق الٰہی میں سرشار رہتے ہیں گویا لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون کے پورے مصداق ہو جاتے ہیں جیسا کہ من قال ؎

کلید نعمت و دولت بجز استقامت نیست
خوشا کسیکہ چنیں دولتیش عطا باشد

غرض استقامت بڑی چیز ہے۔ استقامت ہی کی بدولت تمام گروہ انبیاء ہمیشہ مظفر و منصور و بامراد ہوتا چلا آیا ہے ذات تقدس مآب ایزد تعالیٰ کے ساتھ ایک خالص ذاتی تعلق و گہرا پیوند قائم کرنا چاہیئے جب یہ تعلق پورا قائم ہو جاوے پھر ہر ایک قسم کے خوف و خطر سے انسان محفوظ و مطمئن ہو جاتا ہے اور انشراح صدر کے بعد تمام بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ صرف اسلیے کہ انکو مرکز دنیا یزدی یافت باز ید ثقافت پر حق الیقین ہو جاتا ہے اور انکی پھر تاثیرات انکے لوح قلب پر نقش ہو جاتے ہیں اور انکے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی ہوتی ہیں اور بوجہ استیلائے محبت و عشق الٰہی شہود عظمت و جلال ذات کبریائی انکے قلب سلیم کا ورد ہو جاتا ہے۔ ؎

دارم چنیں حکایت لکن نہ از رہم
کہ در ... اندر یاد بوم

چو روئے خوب او آید بیادم
فراموشم شود موجود و معدوم

آپ اپنے سارے جسم و جان روح و رواں کے ساتھ اللہ کے ہو جائیں پھر خدا تعالیٰ خود بخود تم سب کا حافظ و ناصر معین و کارساز ہو جاویگا۔ چاہیئے کہ انسان کے تمام قویٰ آنکھ۔ کان۔ دل۔ دماغ۔ دست و پا جملہ متمسک باللہ ہو جاویں انمیں کسی قسم کا اختلاف نہ رہے یہی ہیں تمام کا بیان و نصرتیں ہیں یہی اصل مراقبہ ہے اسی سے حرارت قلبی و روحانیت پیدا ہوتی ہے اور اسی کی بدولت ایمان کامل نصیب ہوتا ہے۔

سب سے اول تو انسان کو اپنا مرض معلوم کرنا چاہیئے جب تک مرض کی تشخیص نہ ہو علاج کیا ہو سکتا ہے؟ دیکھو وہ حالت جبکہ انسان نفس امارہ کے زیر حکم چلتا ہے اسوقت صرف محرکات بد یعنی شیطان ہی کی آپ پر حکومت ہوتی ہے اور نہیں اللہ تعالیٰ رہ ... وہ ہلاک ہونیوالی ناپاک روح کا اسیر ہوتا ہے اور پھر اسے تنزل و بر انسان ترقی کرتا ہے تو اسوقت انکا اپنے نفس کے ساتھ ایک جہاد شروع ہو جاتا ہے جسکی اسی حالت کا نام لوامہ ہے اسوقت اگرچہ محرکات بدی کی اسکو پوری مخلصی نہیں ہوتی

تحریکات نیکی یعنی ملائکہ کی پاک تحریکات کی تاثیر پیدا ہو کر شہر موثر ہونے لگجاتی ہیں۔ ان نیک تحریکات کی قوت و طاقت سے نفس امارہ سے اسکی ایک قسم کی کشتی ٹوٹ جاتی ہے اور انکی مدد سے تحریکات بدی پر غلبہ پاتے پاتے زینہ ترقی پر چڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور اگر فضل ایزدی شامل حال ہو تو بتدریج ترقی کرتا جاتا ہے آخر کار نفس لوامہ کی کشتی جیت لینے پر تمام تحریکات بدی کو مغلوب کر لیتا ہے اور اس مرحلہ سے اوپر چڑھنے پر وہ ناپاک روحوں کی بری تحریکات کے تموج سے بالکل محفوظ ہو کر اسن آلہی میں آجاتا ہے یہ حالت کامیابی مظفر و منصور و فائز المرامی کا نام ہے جس وقت وہ ذات باری تعالی سے آرام پا کر مطمئنہ کی منزل پر پہنچکر سالک کا سلوک ختم ہو جاتا ہے تمام تکلفات اُٹھ جاتے ہیں اور جملہ مدارج روحانیت کی یہی حد کا جہری انتہا اور اسکا مقصود ذاتی ہوتا ہے اس اگر بر مقصود کو حصول پر وہ پورا کامیاب و فائز المرام ہو جاتا ہی ہماری **بعثت** کی علت غائی ہی تو یہی ہے کہ راستہ تبدیل ہو جائے جو بے معیشت رہ گئے دلوں کے اندھوں۔ خیلم ظلمت کے ستائوں۔ ہلاکت کے گڑھے میں گرنیوالوں کو گمراہوں کو صراط مستقیم پر چلا کر وصال ذات ذوالجلال کا شیریں جام پلایا جاوے۔ اور عرفان آلہی کے اس نقطہ انتہائی تک انکو پہنچایا جاوے تاکہ انکو حیات ابدی و راحت دائمی نصیب ہو اور وہ جوار رحمت ایزدی میں جگہ پاکر مست و سرشار رہیں ہماری **معیت** اور صحابت کی پاک تاثیرات کے ثمرات بالکل صاف ہیں ان انکے ادراک کیلیے فہم رسا چاہیے انکو حصول کے لیے رشد و صفا چاہیے ساتھ ہی استقامت کے لیے اتقا چاہیے وہ تو جاری ہے جاتے ہے در جار رنگ عالم کے کانونہیں ہوگ کھول کھول کر سنا رہی ہے ہی ہے سے

بیا مردم کرد مشتاق خشانم	بہ ملکتا مجھم گزاردہ پیر ساباتہ
کہ یا بیا باں ہا تش سود نشاں	بیا پیش اوراں دود کشد نقش
تحور کہ دو خزاں کہ گم خواہ ہیں	بیا ز مستی گردشمی ساباشد

ہمنے تو اس مائدہ الہی کو ہر کس و ناکس کے آگے رکھدیا ہے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا گو کسی کی اپنی قسمت! وما علینا الا البلاغ۔ اس سے بہتر کونسا زمانہ ہوگا جو برے علماء کہتے ہیں کہ یہی زمانہ مسیح موعود کی آمد کا زمانہ ہے قریب ہے بلکہ بعض نے اسکی تاریخ بھی ایسا ہی بتایا انتفات بھی ہو جب وقت آیا تو تمام یہودی سیرتوں نے مجھے قبول کرنے سے اعراض کیا اور صرف انکار ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ تکذیب پر اسپر تلے ہوئے ہیں کوئی کسر کوئی حد نہیں مخالفت کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا نہیں کیا ہر ایک جائز ناجائز یہودیت کو عمل میں لایا جاتا ہے ہر وقت فساد و شرارت کا بازار گرم کیا ہوا ہے کونسا ایذا و تکلیف ہے کہ راہ نہیں چلی ہماری تخریب کے استیصال کے لیے کونسا حیلہ نہیں ہے جو انکے اسیاں دو ڑ دھوپ کی مخالفت سے کچھ دور کرے استہزا و تضحیک کا کونسا پہلو باقی چھوڑا گیا ہے مصداق و ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزؤن مگر انکی بیہودہ ایذا و گریہ کاریاں کچھ بھی عند اللہ وقعت نہیں رکھتیں چہ جائیکہ انکو کبھی کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہو

چراغیکہ ایزد بر فروزد ۔ ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

سچ پوچھو تو انکی یہ مخالفتیں ہماری ترقی کا میابی کے لیے کھاد کا کام دے رہی ہیں کیونکہ اگر مخالفوں سے میدان صاف ہو جاوے تو اس میدان کے مردان کار کے جوہر کس طرح ظاہر ہوں اور مقامات آلہی کے نصیب کس طرح حصہ نصیب ہو اور اگر اعدا کی مخالفت کا بحر مواج پایاب ہو جاوے تو اسکے غواصوں کی کیا قدر ہو اور وہ بحر معانی کے بے بہا گوہر کو کس طرح حاصل کر سکیں سے

گر نبودی در مقابل روئے مکروہ و سیاہ کس چہ دانستے جمال شاہد گلفام را
گر نیفتادی بخصم کار در جنگ و نبرد کے شدے جوہر عیاں شمشیر خون آشام را

اس مخالفت کا کوئی ایسا ہی ہمیں معلوم ہوتا ہو درنہ انکی مخالفت کرا ارادہ عند اللہ کیا قدر رکھتی ہیں اس ذات قادر مطلق کا تو صاف حکم ہے ان حزب اللہ ھم الغالبون اور اس جنگ دجال کا آخری انجام بھی بتا دیا ہے العاقبۃ للمتقین مگر افسوس کہ باوجود اسکے یہ کو تاہ بین نہیں دیکھتے حالانکہ اس نصرت آلہی و تائید ایزدی کا ہمیں مشاہدہ و تجربہ بھی ہوتا رہتا ہے اور انکی ذلت و خسران و نامرادی کا انجام بھی کوئی پوشیدہ نہیں ہے کیوں نہ ہو

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

قطع نظر ان بیعت مجسم مردودوں و منکوں کے اور لوگ موجودہ زمانے کے **فقرا** کا گروہ بھی کچھ کم نہیں ہے ان میں ریاکاری و ذاتی اغراض کا ایک زہر ہوتی ہے جو آخر کار انکو ہلاک کر ڈالتی ہے۔ انکا ہر ایک حرکت و قول انکے نفسانی اغراض کے تابع ہوتا ہے اور ان میں کوئی نہ کوئی نہاں در نہاں ذاتی غرض مرکوز خاطر ہوتی ہے۔ مثلاً خواہش سروت و طلب دنیا و جاہ طلبی وغیرہ وغیرہ تاکہ لوگ انکی طرف رجوع کریں اور انکی بزرگی کی وہاں رشتہ میں ترقی ہو جس سے اپنے نفس امارہ کو خوش رکھیں یہ ایسا سم قاتل ہے کہ اسکا انجام ہلاکت ہے بعض انہیں سے زمین کھود کر چلہ کرتے ہیں نہ یہ حکم آلہی ہے اور نہ سنت طریق نبوی ریاکاری و مکاری کا تراشیدہ ایک خاص ڈھنگ ہے تاکہ لوگوں کو دام تزویر میں لایا جاوے اور یہی انکی دلی غرض ہوتی ہے۔ انکی ایسی عبادتوں کی مثال سراب کی ہے کہ دور سے تو خوشنما مصفا پانی دکھائی دیتا ہے مگر نزدیک جانے پر اسکی اصل حقیقت کھلجاتی ہے کہ وہ صرف آنکھوں کو دھوکا تھا اُس وقت تشنگان آب زلال کو بجز حسرت و پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ایسے ریاکاروں کو جنہم سے حصہ ملتا ہے کیونکہ خدا تعالی سے وہ بالکل بیگانے اور کوچہ ایقان سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں وہ معرفت آلہی میں دل کے مردہ اور تن کے مجور ہوتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے یہ خطاب ہے سے

کاملان جہاں اندر مردہ و زندہ این ہمہ بیجاں ۔ تو بگور رو کہ ما حیات آمدیم

انکی موت کیحالت عوام کالانعام سے بدتر ہوتی ہے کیونکہ عوام تو بیچارے جیسا انکی سمجھ میں آتا ہے ویسا ہی عمل کر لیتے ہیں انکی طبیعت میں کوئی تکلف نہیں ہوتا بالکل سادگی سے دین العجائز پر چلتے ہیں مگر موجودہ فقرا کا گروہ تو عمداً اغراض نفسانی کو ملحوظ خاطر رکھکر ان تمام باتوں کے کاموں کو ایک مزورانہ طلسمات کے رنگ میں ظاہر کرتا ہے انہیں عاقبت کی کچھ پروا نہیں سے

منازہا کہ سبزہ و فرق نشینیں ۔ کہ زیر دلق ملمع فریب باشد

سو ہماری جماعت کو چاہیے کہ ایسے نقصانات سے اپنے آپ کو بچا دیں اور اللہ تعالی کے بتائے ہوئے راہ اور سنت نبوی پر محکم قدم رکھکر چلیں تاکہ منزل مقصود پر پہنچنے کے لیے انکو کوئی روک حائل نہ ہو اور یہ چند روزہ زندگی رائیگاں نہ جائے کہ جو آخرۃ میں سخت ندامت و ذلت و حسرت کا باعث ہووے۔ اللہ تعالی ہماری جماعت کو توفیق دیوے کہ وہ خالص اعتقاد و لمرضات اسکی غرض سے راہ مستقیم پر چلکر منزل مقصود پر پہنچ جاویں اور تخلیق انسانی کے اصل مدعا کو پورا کریں آمین ثم آمین۔ ۱۴ نومبر ۱۹۰۳ء

نوٹ

واضح رہے کہ یہ ہستشنا ایک شعر کے جو سر عنوان درج ہے باقی اشعار مندرجہ مضمون ہذا اعلیحضرت جناب امام صادق علیہ الصلوۃ والسلام نے اثنائے تقریر میں نہیں فرمائے ہیں مگر چونکہ بجز ایک شعر

بمنزل جاناں رسد ہماں مردی
کہ ہمہ دم در تلاش او دواں باشد

کے جو بوقت تقریر مضمون ہذا کے بیساختہ روانی طبع سے احقر کے منہ سے نکل گیا ہے باقی ماندہ اکثر اشعار نے خود حضرت اقدس ہی کی زبان گوہر فشاں سے جنم لیا ہوا ہے اور ان موافقات پر چسپاں بھی تھے اس واسطے مناسب مواقع پر لکھدیے گئے ہیں اور بذات خود بھی یہ حقائق معارف کا ایک خزینہ ہیں اور مجھے کامل ہے کہ ان کا ان موافقات مناسبہ پر چسپاں ہونا بفضلہ تعالی بہت سے سعید فطرت و راستی پسند طبائع کو تکشیف حقائق و تحقیق دقائق میں مدد دے گا جس سے انکو احقاق حق و ابطال باطل کی توفیق ملے گی۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو آمین ثم آمین۔ والسلام

کمترین الہ داد احمدی
کلرک ضلع شاہ پور
حال قادیان شریف

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے طبع ہوا

دی ہولی واریعنی جہاد

ذیل میں اخبار ڈیلی نیوز لندن کے ایک انصاف
پسند مضمون نگار کے مضمون کا جو اُس نے زیر عنوان
بالا لکھا ہے ترجمہ ہے۔ مذہبی لڑائیوں "جہاد" وغیرہ
کے متعلق آزاد خیال یورپ تعصب سے بری نہیں ہے
یہانتک کہ وہ ان کوئی بھی بیشتر بری نہیں ہیں جنکا
اہم کام بلا تعصب صداقت کی تحقیق اور صحیح نتائج
کا اخذ کرنا اور مرتب کرنا ہے اور آنے والی نسلوں
کو زمانہ ماضی کی حقیقت کا مرقع اس طرح دکھانا ہے
جسطرح ایک ڈراماٹسٹ اپنے تصورات جذبات
اور قیاسات کی حقیقت بصداقت تمام تحریر
میں دکھاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ڈراما افسانہ قصہ
اور کہانیوں۔ تصورات - جذبات اور قیاسات
کے مجموعہ کا نتیجہ ہے۔ اور تاریخ حقیقی واقعات اور
انکے نتائج اور فلسفہ کا باترتیب مجموعہ۔
یہ امر قابل غور ہے کہ اہل یورپ اس نقص و قصور
متعصبانہ تحقیق کے علاج سے معذور ہیں یا اس کے
علاج سے معذور ہیں؟ فلسفہ تربیت انسانی
سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے خیالات اور
اعتقادات میں کماحقہ آزاد نہیں اور اگر آزاد
ہو سکتا ہے تو صرف اعلیٰ سے اعلیٰ آزادانہ بحث
اور تعلیم سے جو دماغ کہ تعصبات اور توہمات
باطلہ میں پرورش پایا ہے جسکی گھٹی میں یہ باتیں
پڑ گئیں ہیں وہ ان کے اثر سے کیونکر بچ سکتا ہے
جو آنکھیں کھولکر دیکھا اور کانوں سے سنتا ہے وہ
ایسا دیکھا اور سنتا ہے کہ مٹائے سے نہ مٹے اور
بنائے سے نہ بنے۔ تربیت پہلے اور تعلیم بعد میں
اس لیے باوجود تعلیم کے منشا و خیالات پھیلانے
اور پیدا کرنے کے حقیقی آزاد خیالی پیدا نہیں
ہو سکتی اور بچپنے کی تربیت کے بعد خیالات دل و
دماغ میں تقویت اور استقلال پریشان خیالوں
کی جمع و تفریق اور ترتیب اور تنقیح کی پیدا ہوئی
اور انسان صاحب فکر و خیال کہلانے کے لائق
ہوا تو مدارج تحقیق کرنے کے لیے حقیقت شناسی
میں قدم رکھتا ہے - یہاں عام فطرت انسانی
آزاد خیالی پر منتج ہے ؎

ہے کسقدر ہلاک فریب وفائے گل
بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہائے گل

تحقیق میں غرض شامل حال ہے - ظاہر ہے کہ وہ
دماغ تحقیق کرنے چلا ہے جو تحقیق سے پہلے نتیجہ
تحقیق اپنے دل میں ٹھہرا لیتا ہے - وہ ایک ایسی
چیز کی تحقیق میں چلا ہے جسکو وہ تحقیق کرنا چاہتا ہے
جسکو وہ صحیح یا جھوٹ سمجھتا ہے اور اگر اس کے
ارادہ و خیال کے موافق نتیجہ تحقیق نہ نکلے تو اسکو
رنج یا افسوس یا کم از کم تعجب ہوتا ہے - البتہ
تحقیق مجہول میں شاید یہ کیفیت مرتب نہ ہو۔
اگر چند مثالیں اس ترکیب عام کے خلاف ہیں تو
وہ ہمارے قول کی مؤید ہیں - اس عام خاصہ
بشریت کی روشنی اگر ہم یورپین خیال جہاد و جنگ
مذہبی پر ڈالیں تو حقیقت کا بھرم کھل جائے
جن ممالک میں قصے اور کہانیاں گیت اور
نظمیں جہاد کی برائیوں - صلیبی لڑائیوں کے
متعلق مسلمانوں کی مذمت - مسلمانوں کے
ظلم و تعدی - قتل و تیغ بے رحمی اور دغا
بازی کی موجود رہوں - جہاں محاوروں میں
یہ خیال بھرا ہوا ہو جہاں بچپن سے ان باتوں
کے کان آشنا ہو جاتے ہیں - اور جہاں آج
تمیز میں مسلمانوں کی موجودہ ذلیل اور شرمناک
زندگی ان سب باتوں کی تصدیق کرتی ہے
اور ثابت کرتی ہے - وہاں کے عوام کا جو
خیال اسلام اور جہاد وغیرہ کے متعلق ہو
معقول ہے اور وہ اس خیال کو طلاق دینے
سے معذور ہیں۔
ہسپانیہ جہاں مسلمانوں کی مذہب [illegible]
نے علم اور عقل کا ایسا سکہ بٹھایا تھا کہ تمام
اقوام یورپ اس کے اثرات سے فائدہ پہنچا [illegible]
میں الطارق کی چوٹی سے جو روشنی اپنی شعاعیں
دور دراز ملکوں میں ڈالتی تھی وہ رنگ
خانہ عالم میں اپنی جھلک دکھا کر تاریکی اور
نور کا امتیاز کرا دیتی تھی - وہ لوگ جو حس
جو تاریکی میں رہ کر تاریکی کے احساس کو بھی
مفقود کر بیٹھے تھے - اس روشنی کی جھلک سے
اپنی اور اپنے گرد و نواح کی حالت کو محسوس
کرتے تھے - بایں ہمہ خاص اس ملک میں جب
قوم نصاریٰ کے اس زمانہ کے قصوں اور کہانیوں
پر نظر پڑتی ہے تو کچھ اور ہی عقدہ کھلتا ہے
مسلمان اسقدر جابر اور ظالم مشہور تھے کہ
عیسائی بوڑھی عورتیں اپنے چھوٹے چھوٹے
بچوں کو عرب کے نام سے ڈرایا کرتی تھیں اور
عرب کو [illegible] بنا رکھا تھا بچے
جہاں نام سنتا ڈر سہم گیا - جس ملک میں اعلیٰ
اسلامی تہذیب کا پرچم مدتوں تک لہرایا۔
جب وہاں کا یہ حال ہو تو دور دراز کے ملکوں
کا جنکو اس زمانہ کے عربوں کا سابقہ بہت
ہی کم پڑا جو حال ہو تھوڑا ہے - عدم واقفیت
گناہ ہے - مگر جہاں عدم واقفیت کی عدم
واقفیت ہو وہاں کیا ہے؟ یہاں گناہ نہ
ہوگا - ایک عام غلطی مذہب بالا اصول اور
مذہب یا کسی کے اعتقاد میں واقع ہوتی ہے۔
مذہب کے سمجھنے کا عام طریقہ پیروان مذہب کے
افعال و اقوال کو مذہب ٹھہرانا ہے۔ اس طریقہ کا
اختیار کرنا صرف غلطی ہی نہیں ہے بلکہ حماقت
اور آگے چلکر ظلم بھی ہے - آجکل کے مسلمان
مذہب کی روح اور مغز سے بے تعلق ہو گئے
اور جسم اور چھلکو پر فریفتہ ہیں - یہاں تک
بھی غنیمت تھا مگر جہاں دونوں باتیں نہیں اور
خراب اور بیہودہ عادات و اطوار ذلیل اور
شرمناک حرکات کے مرتکب ہیں اُن کا خدا
حافظ ہے - اگر ان کی حالت قرآن کی تعلیم کا
معیار قرار دیجاوے تو ہم صلیبیہ پر بھروسہ رکھ سکتے
ہیں - صلیبی لڑائیاں - جہاد! کیا ان پر کافی
کتابیں موجود نہیں جس سے مسلمان اہل الرائے
کی طرف سے جواب مل سکتا - یہ بڑا المیہ ہے
کہ ایک کتاب کسی مسئلہ پر لکھی جاوے اور جب
اُس کا رد ایک اور کتاب سے ہو جائے پھر بھی
وہ پہلی کتاب رائج اور موجود اور زندہ رہتی
ہے - مصنفوں اور کتب فروشوں کو چاہیے
کہ اس کتاب کی اشاعت ممنوع کر دیں - تاکہ
بیچارے انجان لوگ دھوکا نہ کھاویں۔
بیشک جو لوگ زمانہ کے رنگ اور زمانے کے
اثر کا لحاظ نہیں کرتے اور ہر چیز کو خواہ وہ باوا
آدم کے وقت کی کیوں نہ ہو - حال کی قیاسی
و تہذیبی حدوں کی کسوٹی پر کستے ہیں زمانہ ماضی کو
زمانہ ماضی میں ہو کر نہیں دیکھتے بلکہ بلا لحاظ زمانہ
مستقبل میں بیٹھکر دیکھتے ہیں جو مذہب کے
جوش کو ایک محض خفیف سی چیز سمجھتے ہیں
اور اس لیے صلیبی لڑائیوں کو وحشیانہ جدو
جہد بتاتے ہیں اور اس لیے مسلمانوں کو بلکہ
مذہب اسلام کو وحشیانہ طریقہ اور خونخوار
مذہب بتاتے ہیں - وہ انصاف کا خون کرتے
ہیں - کیا عیسائی اپنے گریبان میں منہ ڈالکر نہیں
دیکھتے بقول شخصے ؎

دو عاقل را نباشد کین و پیکار
نہ دانائے ستیزد با سبکبار
وگر از ہر دو جانب جاہلانند
اگر زنجیر باشد بگسلانند

کیا قوم نصاریٰ اس الزام سے بری ہو سکتی ہے
جس کے مرتکب مسلمان اس کی رائے میں ہیں؟
کیا صلیبی لڑائیوں میں قوم نصاریٰ نے
اسی شوق و ذوق - جوانمردی اور دعاوی فراخدلی
کے ساتھ کام نہیں لیا جس میں مسلمان بھرے
ہوئے تھے؟ کیا وحشیانہ اور ظالمانہ قتل و
خون کے حامی مسلمان تھے عیسائی نہ تھے؟
اگر نہ تھے تو دو فرقوں کی کشمکش کیونکر ہوگئی؟ باقی